نا ایک سنگِ نشاں ضائع
پٹنہ کے کتبے
فصیح الدین بلخی
(۱-۲-۱۹۶۲)
خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ

# پٹنہ کے کتبے

فصیح الدین بلخی
(م - ۱۹۶۲ء)

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

تقسیم کار:

صدر دفتر:

- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ــــ ۱۱۰۰۲۵

شاخیں:

- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، دہلی ــــ ۱۱۰۰۰۶
- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنسس بلڈنگ، بمبئی ــــ ۴۰۰۰۰۳
- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ــــ ۲۰۲۰۰۲

۱۹۹۳ء

قیمت : پچاس رُوپے

---

لبرٹی آرٹ پریس (پرو پرائٹرز مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) نئی دہلی میں طبع ہوا

# حرفِ چند

فصیح الدین بلخی صاحب مرحوم کا یہ مسودہ جو مبیضہ کی شکل اختیار کرکے آپ تک پہنچ رہا ہے، ان کے لائق فرزند نادم بلخی صاحب کی دین ہے۔

کتاب کا نام پہلے "کتبات عظیم آباد" رکھنا تجویز ہوا تھا کہ پٹنہ ابھی تک عظیم آباد کی ادبیت نہیں حاصل کرپایا ہے، لیکن حقیقت اور خوابناکی میں جب بھی چھیڑ ہوتی ہے، خواب ہار جاتے ہیں۔ سو، حقیقت یعنی پٹنہ نام کو اختیار کرلیا گیا خاص کر اس لیے کہ کتاب میں عظیم آباد کے ساتھ ساتھ داناپور اور منیر کا بھی ذکر موجود ہے۔

کتاب مزید مفید اور کارآمد ہو جائے اس کے لیے آخر میں لائبریری نے ایک ضروری اشاریہ کا اضافہ کردیا ہے۔ یہ اشاریہ شاہجہاں قاسمی نے بنایا ہے، اس لیے ان کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

——— ع۔ ر۔ ب

# فہرست


| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| حرفے چند | |
| مقدمۂ مرتب (پروفیسر نادم بلخی) | ۱ |
| دیباچہ | ۷ |
| **قصبۂ منیر** | ۱۳ |
| ۹۸۷ھ کی مسجد | ۱۳ |
| تنگر قلی خاں کی قبر | ۱۴ |
| بڑی درگاہ اور سد صور کا ذکر | ۱۴ |
| بڑی درگاہ کی مسجد | ۱۵ |
| چھوٹی درگاہ (مخدوم دولت کا مقبرہ) | ۱۵ |
| مقبرہ کے دروازے کا کتبہ | ۱۶ |
| چھوٹی درگاہ کی مسجد | ۱۶ |
| مخدوم دولت کا مقبرہ | ۱۷ |
| شاہ دولت کی وفات کا کتبہ | ۱۷ |
| مقبرہ کی تعمیر کا کتبہ | ۱۷ |
| قصبہ منیر کی مسجد | ۱۷ |
| ۱۱۰۳ھ کی مسجد کا دوسرا کتبہ | ۱۸ |
| بعض مقابر کا ذکر | ۱۸ |
| موضع مہداواں میں ایک قبر کا کتبہ | ۱۹ |
| شیر پور کی مسجد | ۱۹ |
| **قصبہ دانا پور** | ۲۰ |
| بی بی گنج کی مسجد | ۲۰ |
| شاہ محمد اکبر ابوالعلائی قدس سرہ کی خانقاہ | ۲۰ |
| کھگول کی مسجد | ۲۰ |
| **عظیم آباد** | |
| لان سے درگاہ شاہ ارزاں تک | ۲۱ |
| باقر گنج کی مسجد | ۲۱ |
| تبارک علی کی مسجد | ۲۱ |
| اصالت خاں کی مسجد | ۲۱ |
| مسماۃ نورن کی مسجد | ۲۲ |
| بھکنا پہاڑی | ۲۲ |
| درگاہ شاہ ارزاں | ۲۲ |
| شاہ ارزاں صاحب کے مزار کا کتبہ | ۲۲ |
| در کا کتبہ | ۲۳ |
| شاہ سجاول کا مزار | ۲۳ |
| شاہ شہباز کا مزار | ۲۳ |
| شاہ بسنت کا مزار | ۲۳ |
| شاہ کریم اللہ کا مزار | ۲۳ |
| شاہ غلام حسین کا مزار | ۲۳ |
| شاہ کریم بخش کا مزار | ۲۴ |
| عباد اللہ شاہ کا مزار | ۲۴ |
| کتبہ عیدگاہ | ۲۴ |
| درگاہ کی مسجد | ۲۴ |
| شاہ غلام علی کا مزار | ۲۵ |
| صلابت خاں کی قبر | ۲۵ |
| نمو ہیرے سے پچھم دروازہ تک نچلی سڑک (دانگلش روڈ) کے اطراف کا حال | ۲۵ |
| بی بی کا ذکر | ۲۶ |
| شاہ رستم علی کی قبر | ۲۶ |
| بغیر نام کا کتبہ | ۲۶ |
| ایک نامعلوم شخص کی قبر اور گنبد | ۲۶ |
| ڈنکے کی املی کی مسجد | ۲۶ |
| ایک اور مسجد | ۲۷ |
| ایک اور نامعلوم قبر اور گنبد | ۲۷ |
| مدارو مہترانی کی مسجد | ۲۷ |
| شاہ باقر کا تکیہ | ۲۷ |
| شاہ حمزہ علی کا تکیہ اور مزار | ۲۸ |
| عیدگاہ سیف خاں | ۲۸ |
| عدالت کے احاطہ میں منجھر ناکس کی قبر | ۲۹ |
| شاہ کالے کا مقبرہ | ۳۰ |
| لان کے موڑ سے گلزار باغ تک | ۳۰ |
| لان کی مسجد | ۳۰ |
| ماں بی بی کی مسجد | ۳۰ |
| بی بی ماں کی قبر | ۳۰ |
| مراد پور | ۳۱ |

خدا بخش لائبریری ۳۱
مراد پور کی مسجد ۳۱
حمام کا کتبہ ۳۲
پٹنہ کالج اور یونیورسٹی کے مکانات ۳۲
مدرسہ شمس الہدیٰ کی مسجد ۳۲
انجینیرنگ کالج ۳۳
گولک پور کی مسجد ۳۳
غلام علی کی مسجد ۳۳
تاجو کی مسجد ۳۳
۱۲۸۲ھ کی مسجد ۳۳
پتھر کی مسجد ۳۴
موہن ڈھاکی کی مسجد ۳۴
ترپولیہ ۳۴
ایک انگریز کی قبر ۳۵
حاجی چاند کی مسجد ۳۵
بی بی لطیفا کی قبر کا کتبہ ۳۶
گلزار باغ میں اثنا عشریہ کی مسجد ۳۶
شیخ تیغ علی کی مسجد ۳۶
بی بی مدار بخش کی قبر ۳۷
شاہ عالم بادشاہ کی جلوس گاہ ۳۷
پیر بخش کی مسجد ۳۷
محلہ نوذر کٹرے سے خواجہ کلاں گھاٹ تک ۳۷
تکیہ شاہ کی قبر ۳۸
حسینی بیگم کی قبر ۳۸

مساۃ جعفری کی قبر ۳۸
دوبلی گھاٹ میں بی بی مخدومن کی مسجد ۳۹
امین الدولہ عزیز الملک علی ابراہیم خاں بہادر نصیر جنگ کی مسجد ۳۹
شیش محل کی مسجد ۳۹
بانی مسجد میر ابراہیم کی قبر ۴۰
شیش محل کی دوسری مسجد ۴۰
دلند یز کا پشتہ ۴۱
میتن گھاٹ کی مسجد اور حضرت منعم پاک کا مزار ۴۱
حضرت عشق کا تکیہ، حاجی تقی کی مسجد اور مقبرے کا ذکر ۴۱
محمد کریم شاہ کی قبر ۴۱
بخشی گھاٹ اور ڈاکٹر طفلرٹن کا مکان ۴۲
رائے صاحب کا پشتہ ۴۲
حویلی بیگمان ۴۲
مرزا معصوم کی مسجد ۴۳
محلہ گذری کی عمارتیں ۴۳
مرزا علی کی قبر ۴۳
شیخ رضا کی مسجد اور ایک قبر ۴۳
بادشاہ محل اور بادشاہ نواب مارکیٹ ۴۴
نواب لطف علی خاں روڈ ۴۴
محلہ باؤلی کی مسجد ۴۴

جنرل اسپتال میں ایک مسجد کا کتبہ جو قبر پر لگا ہوا ہے ۴۵
نواب منیر الدولہ کی قبر ۴۵
سیٹی اسپتال اور رحیم النساء کی قبر ۴۶
انگریزوں کا گورستان اور مقتل ۴۷
محلہ گرہٹہ کی بڑی مسجد ۴۸
گرہٹہ کی چھوٹی مسجد ۴۹
پادری کی حویلی ۴۹
لیڈی میری روز امام کی قبر ۵۰
مس سوفی کی قبر ۵۰
پادری بنڈکٹس کی قبر ۵۰
بخشی محلہ نواب جعفر قلی خاں کے خاندان کا گورستان ۵۱
اشرف النساء بیگم کی قبر ۵۱
جعفر قلی خاں کی قبر ۵۱
منیر کی قبر ۵۱
بدر النساء بیگم کی قبر ۵۱
انوار النساء بیگم کی قبر ۵۲
نواب تصدق حسین خاں کی قبر ۵۲
مولوی اکرام الحق کی مسجد جو ملجی صاحب کی مسجد کہلاتی ہے ۵۲
نئے لبست بلمنی ۵۳
ارشاد علی عرف چھٹن کی قبر ۵۳

| عنوان | صفحہ |
|---|---|
| مہدی علی عرف ننی کی قبر | ۵۳ |
| محمدی جان کی مسجد | ۵۴ |
| کوچہ کنگر کی مسجد | ۵۵ |
| محلہ خواجہ کلاں روڈ: ڈاکٹر صادق خاں کی مسجد | ۵۵ |
| مخدوم حسن علی کا مزار | ۵۶ |
| طہارت حسن کی قبر | ۵۶ |
| خواجہ کلاں کی مسجد اور مقبرہ | ۵۶ |
| جعفر خاں کی عدالت | ۵۶ |
| حسن علی کا دارالعدل | ۵۶ |
| محلہ ست گھروا: مسجد بیگو حجام جو حقیقتاً حسین شاہ کے عہد کی بنی ہوئی ہے | ۵۷ |
| بیگو حجام والا کتبہ | ۵۸ |
| محلہ رودھر: اورنگ زیب کی مسجد جو رودھر کی مسجد کہی جاتی ہے | ۵۹ |
| محلہ مچھرہٹہ: فخر الدولہ کی مسجد | ۶۰ |
| گدام کی مسجد متصل کٹرہ شائستہ خاں | ۶۱ |
| محلہ چوک: چوک کی مسجد | ۶۱ |
| محلہ جھاؤ گنج: خواجہ عنبر کی مسجد | ۶۲ |
| محلہ مدرسہ: مدرسہ سیف خاں | ۶۲ |
| مدرسہ کی مسجد | ۶۲ |
| عمارت چہل ستون | ۶۲ |
| محلہ قلعہ: قلعہ عظیم آباد | ۶۳ |
| قلعہ کے باہر ایک مسجد | ۶۳ |
| محلہ معروف گنج: شاہ معروف کی قبر | ۶۳ |
| مغل پورہ کے کتبے | ۶۴ |
| صغری بیگم کی قبر | ۶۴ |
| اصغری فاطمہ کی قبر | ۶۴ |
| سید کرامت حسین کی قبر | ۶۵ |
| شیخ احمد عربی کی مسجد | ۶۵ |
| شیخ بہاری کی مسجد | ۶۶ |
| خواجہ عطاء اللہ کی قبر | ۶۶ |
| شیخ محمد بدقن کی قبر | ۶۶ |
| مولوی نوروز علی کی قبر | ۶۶ |
| مولوی نور علی کی قبر | ۶۷ |
| علی حسین ولد نجو کی قبر | ۶۷ |
| حاجی عباس کی قبر | ۶۷ |
| مظہر حسین کی مسجد | ۶۷ |
| میاں خاں کی قبر | ۶۸ |
| جگی چوراہا، گلشن حیدری، کنگھا ٹولہ، سونار ٹولی، شاہ کی املی، لودی کٹرہ اور دوسری بازار کا حال | ۶۸ |
| بام صاحب کی مسجد | ۶۸ |
| بلاقی کی مسجد | ۶۸ |
| میر قطب الدین کی قبر | ۶۹ |
| دس پٹھری گلی کا گورستان | ۶۹ |
| سید علی عظیم کی قبر | ۶۹ |
| سید نظام الدین کی قبر | ۶۹ |
| گھسو بی بی کی قبر | ۷۰ |
| گلشن حیدری | ۷۰ |
| گلشن حیدری کی مسجد | ۷۰ |
| امام باڑہ گلشن حیدری میں قبر کا کتابہ | ۷۰ |
| سید نجف علی کی قبر | ۷۲ |
| نواب یوسف علی خاں کی قبر | ۷۳ |
| عبدالحسین خاں کی قبر | ۷۳ |
| قبر کلثوم بیگم | ۷۴ |
| بشارت حسین کی قبر | ۷۴ |
| محمد علی ذاکر کی قبر | ۷۴ |
| سونار ٹولی میں ڈاکٹر مرزا معشوق علی کی قبر | ۷۴ |
| محلہ باغ میر گلابی: شاہ وارث علی کی قبر | ۷۵ |
| محلہ شاہ کی املی میں ایک مقبرہ | ۷۵ |
| محلہ کشمیری کوٹھی میں فضل علی کی مسجد | ۷۶ |
| محلہ کنگھیا ٹولہ میں چند کتبے: | |
| شیخ قادر بخش کی مسجد | ۷۶ |
| شیخ غلام یحییٰ حضور کی مسجد | ۷۶ |
| شیخ غلام یحییٰ حضور کی قبر | ۷۷ |
| لودی کٹرہ: مراد النساء کی مسجد | ۷۷ |
| لودی کٹرہ میں دوسری مسجد | ۷۸ |
| لودی کٹرہ میں ایک مسجد کا کتبہ | ۷۸ |
| حکیم احمد حسین کی قبر | ۷۸ |

| عنوان | صفحہ |
| --- | --- |
| ایک گنبد کی مسجد یا دوندی بازار کی مسجد | ۷۸ |
| ایک قبر کا کتبہ | ۷۹ |
| منگلس ٹمپنگ روڈ کا حال | ۷۹ |
| پیار النساء کی قبر | ۷۹ |
| منگل تالاب | ۸۰ |
| چوک شکار پور کی مسجد | ۸۱ |
| چوک شکار پور کی دوسری مسجد | ۸۱ |
| محلہ حاجی گنج | ۸۱ |
| حاجی تاتار کی مسجد | ۸۲ |
| منشی کاظم علی کی مسجد | ۸۲ |
| منشی کاظم علی کی قبر کا کتبہ | ۸۳ |
| حاجی منظور علی خاں کی مسجد جو کمرخی مسجد بھی کہی جاتی ہے | ۸۳ |
| حاجی گنج کے موڑ سے پٹنہ سٹی اسٹیشن تک | ۸۴ |
| محلہ دول پورہ شیر شاہی مسجد | ۸۴ |
| محمد مراد شہید صوفی کی قبر کا کتبہ | ۸۴ |
| ظریف الملک اشرف علی خاں فغاں کی قبر کا کتبہ | ۸۵ |
| مرزا عزیز کی قبر | ۸۵ |
| شیخ عنایت حسین ذاکر امام کی قبر | ۸۵ |
| مسماۃ نصیبن کی قبر | ۸۶ |
| حسینی بیگم کی مسجد | ۸۶ |
| قبر سید اقبال علی رضوی بن سید حیدر علی رضوی المعروف بہ شاہ جمال حسین | ۸۶ |
| فیض نسا بیگم کی قبر | ۸۷ |
| ڈھائی کنگرہ کی مسجد | ۸۷ |
| ڈھائی کنگرہ کی مسجد کا دوسرا کتابہ | ۸۸ |
| مقبرہ سعادت خاں (کچی باغ) | ۸۸ |
| کمیندان کی مسجد | ۹۰ |
| میر اشرف کی مسجد | ۹۰ |
| مسماۃ فاطمہ کی قبر | ۹۱ |
| میر افضل کا مقبرہ | ۹۱ |
| میر اشرف کی وفات کا قطعہ تاریخ | ۹۲ |
| محلہ لال باغ میں: میر فرحت حسین کی مسجد | ۹۳ |
| افضل راج کی مسجد | ۹۳ |
| شاہ منصور کی قبر | ۹۳ |
| محلہ بیگم پور: نواب ہیبت جنگ کا مقبرہ | ۹۳ |
| افضل حسین کی قبر | ۹۴ |
| حاجی علی بخش کی مسجد | ۹۴ |
| کلثوم النساء کی مسجد | ۹۵ |
| شاہ کمک کی مسجد | ۹۵ |
| شاہ کرک کی مسجد | ۹۶ |
| شاہ کرک کی قبر | ۹۶ |
| سرائے کی مسجد اور آمنے سامنے والی مسجد | ۹۶ |
| عبدالرحمٰن سجاد کی مسجد | ۹۷ |
| تھانہ مالسلامی میں ایک قبر کا کتبہ بغیر نام و تاریخ | ۹۷ |
| ڈینس کوٹھی اور بر تری کی قبر | ۹۸ |
| مسجد بیر ڈمریا کے پاس ایک لڑکے کی قبر | ۹۸ |
| مسجد بیر ڈمریا | ۹۹ |
| منجھلی بیگم کی قبر | ۹۹ |
| شاہ ڈمریا کی قبر | ۱۰۰ |
| محلہ نون گولہ کی مسجد اور بعض قبریں | ۱۰۰ |
| سید شاہ قاسم علی کا مقبرہ | ۱۰۰ |
| شاہ للّن کا مقبرہ | ۱۰۰ |
| شاہ علیم اللہ کی قبر | ۱۰۰ |
| محمد حسن ولد غلام حسین (مؤلف سیر المتاخرین) کی قبر | ۱۰۱ |
| محلہ باڑا: باڑے کی مسجد | ۱۰۲ |
| عالی نسا بیگم کی مسجد | ۱۰۲ |
| محلہ سملی تھہدرہ: بزرگ امید کی مسجد | ۱۰۳ |
| شاہ غلام حسین کی مسجد | ۱۰۳ |
| مولوی نہال حسین کی قبر | ۱۰۳ |
| میر فرزند علی کا امام باڑہ | ۱۰۴ |
| کنگن کا مقبرہ | ۱۰۴ |
| کٹرہ مالسلامی کی چوکی۔ ایک قدیم مسجد | ۱۰۵ |
| مالسلامی کی چوکی کے قریب ایک منبر | ۱۰۵ |
| باغ جعفر خاں | ۱۰۵ |
| محلہ قدم رسول: قدم رسول کی مسجد | ۱۰۵ |
| محلہ دیدار گنج: محمد علی خاں کی قبر | ۱۰۶ |
| نوری پور کا مقبرہ | ۱۰۶ |
| بیواجی کی باؤلی اور سبل پور کا حال | ۱۰۶ |
| موضع جیٹھلی اور کچی درگاہ: مخدوم شہاب الدین پیر جگجوت کا مزار | ۱۰۷ |
| شاہ آدم صوفی (کچی درگاہ) | ۱۰۷ |
| اللہ جلائی کی قبر | ۱۰۷ |
| موضع جیٹھلی کی مسجد | ۱۰۸ |
| پٹنہ میں شعراء کے مزارات | ۱۰۹ |
| اشاریہ | ۱۱۰ |

# مقدمہ

پروفیسر نادم بلخی
دانش گنج

○

والد محترم حضرت فصیح الدین بلخی مرحوم و مغفور نے اپنی غیر مطبوعہ تصانیف میں کئی کتابیں چھوڑی تھیں، ان میں ایک "ہندو شعرائے بہار" بحالت اوراق پریشاں تھی، چنانچہ سب سے پہلے اس کی اشاعت پر خصوصی دھیان دیا گیا، اور یہ اکتوبر ۱۹۶۲ء میں شائع ہوگئی۔ دوسری غیر مطبوعہ کتاب "تحریک وہابیہ" (WAHABI MOVEMENT) تھی، خدا کا شکر ہے کہ یہ بھی کلاسیکل پبلیشنگ کمپنی، نئی دہلی سے چھپ گئی۔

پیش نظر کتاب سے متعلق چند باتیں پہلے عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ ایک بڑے محقق، ناقد اور مورخ کا بلاشبہ گراں مایہ تحقیقی کارنامہ ہے۔ تحقیق و تنقید سے متعلق طرح طرح کے نظریات عام ہو چکے ہیں۔ مارکسی، نفسیاتی، تاثراتی، کلاسیکی، وجودی، متنی وغیرہ کے علاوہ مخفی تنقید و تحقیق (OCCULT CRITICISM & RESEARCH) کا بھی ایک نیا اپروچ منظر عام پر آیا ہے، حالانکہ یہ کوئی نیا اپروچ نہیں ہے۔ اس لیے کہ علوم کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں، ایک جو پردہ خفا میں نہیں ہے اور دوسرا جو مخفی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مخفی علوم (OCCULT KNOWLEDGES) ہی کو منظر عام پر لانے کا دوسرا نام دراصل تحقیق ہے اور مخفی علوم کو منظر عام پر لانے کے کئی طریقہائے کار ہوتے ہیں۔ جن میں دو نہایت ہی اہم ہیں یعنی مطالعہ اور فیلڈ ورک (FIELD WORK)۔ والد مرحوم کی یہ کتاب ایسی ہے جس کا بیشتر دارومدار فیلڈ ورک پر ہے۔ جس کی تکمیل میں ان کی عمر کا ایک لمبا عرصہ گذرا۔ اس طریقۂ کار پر عمل پیرا ہونے والے محقق کو حد درجہ دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کا ایک چشم دید گواہ میں بھی ہوں۔ بات ایک عرصہ دراز کی ہے۔ اس وقت میری عمر دس سال یا اس سے کچھ زیادہ کی ہوگی۔ وہ ان دنوں ریاست سرائے کیلا میں مجسٹریٹ تھے۔ پوجا کی تعطیل میں وہ اپنے وطن پٹنہ آئے ہوئے تھے۔ انھوں نے صوبۂ بہار کی ایک مشہور درگاہ اور دیگر تاریخی مقامات کی سیر کا پروگرام بنایا۔ میں نے بھی ان کے ساتھ جانے کی خواہش ظاہر کی۔ میری ضد پر وہ تیار ہو گئے۔ وہ سب سے پہلے اس مشہور درگاہ میں گئے۔ ان کے ساتھ ایک دوربین، ایک آہنی برش، کاغذ کی کئی بڑی بڑی شیٹیں اور کاجل سے بھرا ہوا ڈبہ تھا۔ درگاہ میں داخل ہو کر جب انھوں نے کتبات کا چربہ حاصل کرنا چاہا تو مجاوروں نے

ہنگامہ برپا کر دیا اور یہ کہا کہ ان پتھروں پر کندہ حروف جناتی ہیں ان کو چھونے کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کی جان بھی خطرے میں ہوگی اور ہم لوگوں کے لئے بھی مصیبتیں درپیش ہوں گی۔ لہٰذا ہم لوگ ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ مرحوم کے سمجھانے بجھانے کے باوجود جب وہ لوگ تیار نہیں ہوئے تو وہ خانقاہ تشریف لے گئے اور سجادہ نشیں کی آمادگی پر ہی وہ ان کتبات کے چربے حاصل کر سکے۔ اس طرح کی بہت ساری دشواریوں کا فیلڈ ورک کے دوران اُن کو سامنا کرنا پڑتا تھا۔

اس کتاب کے اندر جتنے کتبات کی نقلیں درج ہیں آج اگر ان مقامات میں انھیں تلاش کرنا چاہیں تو آپ کو یہ احساس ہوگا کہ حادثاتِ زمانہ کے ہاتھوں ان میں سے بہت سارے کتبوں کا اب وجود نہیں جن کو اپنی تحقیق و جستجو کے نتیجہ میں مرحوم نے محفوظ کر لیا اور یہ نتیجہ ان کی اس گہری دلچسپی کا تھا جو مخفی علوم کو بروئے کار لانے کا ایک اہم ذریعہ ہوتا ہے جسے ہم فیلڈ ورک کہتے ہیں۔ وہ اس میدان کے صرف مردِ مجاہد ہی نہیں بلکہ غازی بھی تھے۔ خانقاہوں، ٹھوں درگاہوں، مقبروں، مندروں، مسجدوں، جنگلوں، کھنڈروں، ویرانوں، نگروں اور گاؤں گاؤں کی سیر میں اپنا وقت گذار کر ماضی کی گمشدہ کڑیوں کی چھان بین اور صوبۂ بہار کے اندر مخفیات (OCCULTISM) کی داغ بیل رکھنے والے وہ ایک اہم محقق تھے۔ اللہ کا شکر ہے کہ آج ان کے انتقال کے لگ بھگ تیس سال بعد ان کی محنت کا یہ پھل مطبوعہ کتاب کی شکل میں ایک ثمردار شجر بن کر ہمارے سامنے آرہا ہے۔

مخفیات کا جہاں تک تعلق ہے علم نجوم بھی ایک ایسا علم ہے جس کا رشتہ مخفی علوم سے ہے۔ والد مرحوم اس علم کے بھی ایک اچھے عالم تھے۔ چنانچہ علم نجوم سے متعلق جو ان کی کتاب بعنوان "علم نجوم" بصورت مخطوطہ اس وقت میرے پاس محفوظ ہے۔ اس کی اشاعت بھی اشد ضروری ہے۔ اللہ کو اگر منظور ہوا تو انشاء اللہ تعالیٰ میری زندگی میں یہ کتاب چھپ جائے گی ورنہ میرے بعد ان کے نبیرہ ڈاکٹر منظر بلخی سلمہٗ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اس کار خیر کو انجام دیں۔

اب تک مرحوم کے جتنے مطبوعہ مضامین و مقالات اور کتابیں ہیں۔ ان کی روشنی میں یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ وہ صوبہ بہار کے ایک اہم رجحان ساز محقق تھے جو اس خاکدانِ ہست و بود میں نہ رہنے کے باوجود اس لیے موجود ہیں کہ ان کا چھوڑا ہوا علمی سرمایہ دنیا کے علم و ادب کے لیے گنج ہائے گراں مایہ ہے۔

'کتبات عظیم آباد' اس کتاب کا عنوان ہے۔ عظیم آباد ذرا وسیع تر معنوں میں لیا گیا ہے جس میں منیر اور دانا پور بھی شامل ہیں۔

••

# پٹنے کے کتبے

فصیح الدین بلخی
(م-۱۹۶۲ء)

# دیباچہ

تاریخ کی بنا جغرافیہ پر قائم کی جاتی ہے۔ اس لیے ضلع عظیم آباد پٹنہ کے جغرافیائی حالات لکھ دینا بھی ضروری ہیں۔ اس ضلع کے حدود میں اُتر گنگا، پورب ضلع مونگیر، دکھن ضلع گیا اور پچھم سون ندی ہے پورا قطعہ زمین اتر دکھن عرض میں اٹھائیس میل سے چالیس میل تک اور پورب پچھم طول میں بیالیس میل کے قریب ہے۔ زمین کا رقبہ دو ہزار ایک سو چودہ مربع میل ہے جس میں ۱۹۳۱ء کی آخری مردم شماری کے مطابق ۱۸۴۴۴۴ نفوس آباد ہیں یہ قطعہ ارض خط استوا سے ۲۵ء۲۷ اتر اور ۸۵ء۱۰ مشرق کی جانب کو واقع ہے۔

**گنگا ندی:** یہ ہندوؤں کی مشہور متبرک ندی ہے پچھم سے بہتی ہوئی موضع ہلدی چھپرہ کے سامنے سون ندی کو شامل لے کر اس ضلع میں داخل ہوئی ہے کچھ اور پورب آکر پٹنہ کے سامنے گنڈک ندی بھی اس کے بائیں کنارے سے مل گئی ہے بارہ میل اور پورب جا کر موضع کرتھا (فتوحہ) کے قریب پُن پُن ندی بھی گنگا کے شامل ہوگئی ہے۔ موضع ہلدی چھپرہ سے موضع ڈمرا تک جو ضلع مونگیر سے ہمسرحد ہے۔ گنگا کا بہاؤ اس ضلع میں ترانوے میل کے قریب ہے، خاص شہر پٹنہ کے سامنے گنگا کا پاٹ کاتک سے جیٹھ تک نصف میل سے کم رہتا ہے لیکن عموماً جیٹھ کے بعد موسمی بارش سے اور کوہ ہمالہ پگھلنے پر دریا کا عرض کئی میل تک پھیل جاتا ہے اور اسوقت اسکا دھارا بھی بہت تیز رہتا ہے۔ اس زمانہ میں اسکا پانی کثیف اور میلے رنگ کا ہوجاتا ہے لیکن صاف کرنے پر اسکی حلاوت غنیمت ہوتی ہے۔ گنگا میں ہر موسم میں چھوٹے تجارتی اسٹیمر چلا کرتے ہیں۔ گنگا کے متعلق مسٹر الیوپلانی اور اربن وغیرہ یونانی مورخوں کا بیان پروفیسر مکرنڈل کی کتاب "انشینٹ انڈیا" کے صفحات ۶۵، ۶۷، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۴۲، ۱۹۱، اور ۱۰۱ پر دیکھنا چاہیے۔

**سون ندی:** یہ ندی ضلع پلاموں کے پہاڑوں سے ہوتی ہوئی موضع محب علی پور کے قریب ضلع پٹنہ میں داخل ہوتی ہے اور اتر آکر گنگا سے مل گئی ہے اس کا قدیم نام ہرانہ باہو ہے جس کے معنی سنہرے بازو کے

---

لہ یونانی مورخوں نے گنگا سے ملنے والی انیس [19] ندیوں کا ذکر کیا ہے، اس میں گنڈگ بھی ہے۔ اس کا سنسکرت نام گنڈکی اور گنڈکا وتی اس لیے ہے کہ اس میں ایک قسم کے گنڈک مگر بکثرت ہوتے تھے جن کی ناک کے اوپر سنگھ کا سا اُبھار ہوتا تھا۔ دیکھو ص ۱۹۱ "انشینٹ انڈیا" مولفہ مکرنڈل۔ لہ پہلے گنگا بانکی پور سے ہٹ کر بہتی تھی۔ رینیل صاحب کا ۱۷۸۰ء کے سروے میپ (نقشہ) سے صاف اس کا پتہ چلتا ہے۔ رفتہ رفتہ گنگا کا رخ دکھن ہوتا گیا، یہاں تک کہ اب بانکی پور کی آبادی بالکل لب دریا ہے۔

ہیں یہ نام اس کے کناروں کی چمکدار ریت کی رعایت سے رکھا گیا تھا۔ میگستھنیز (میگستھنیز) یونانی سفیر نے پاٹلی پتر کے حالات میں اسی کو ایرانہ بواس[1] لکھا ہے اور اسی کو شہر کی مغربی حد بتایا ہے۔ سابق میں اس کی ایک شاخ[2] شہر سے دکھن بہتی تھی اور پورب آکر گنگا میں مل گئی تھی اب اس کی یادگار صرف اس قدر باقی ہے کہ شہر سے دکھن نشیب میں جس جگہ اس کی ریتیلی تہہ کا نشان باقی ہے اس کو مرسون (یعنی مردہ سون کہتے ہیں) سون کی ایک اور شاخ منیر کے قریب سے نکل کر دیگھا کے پاس گنگا سے مل گئی ہے اس ندی کا پانی نہایت مصفا ہے۔ سوائے برسات کے اور زمانہ میں اس میں کشتیاں نہیں چلتیں شاید اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ جا بجا نالوں اور نہروں کے ذریعہ اس کا پانی زراعت کے لیے تقسیم ہو جاتا ہے۔

**پُن پُن مورہر اور دردہا ندی:** پن پن ندی ضلع گیا کی طرف سے آکر موضع شہزادپور کے قریب اس ضلع میں داخل ہوئی ہے۔ یہاں سے اتر پورب سمت کو بہتی ہے لیکن موضع نوبت پور کے قریب سے سیدھی پورب طرف آکر فتوحہ کے قریب گنگا میں مل گئی ہے اس ضلع کے اندر اس کا طول چوالیس (۴۴) میل ہے۔ بودھ دھرم والے جب بودھ گیا کے تیرتھ کو آتے ہیں تو پہلے پن پن ندی کے کنارے سر منڈوا کر غسل کرتے ہیں اس کے بعد تیرتھ کو جاتے ہیں۔ پن پن میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ پانی ضرور رہا کرتا ہے۔

فتوحہ سے کوئی چار کوس دکھن پچھم مورہر اور دردہا دو چھوٹی ندیاں گیا کی طرف سے آکر دھوانا لے

---

[1] جنرل کنگھم نے پتنجلی (مشہور عالم زبان سنسکرت) کے حوالے سے ایرانو بواس اسی سون ندی کا نام تسلیم کیا ہے اور سر ڈبلو جونس نے ۱۷۹۵ء میں ایشیاٹک ریسرچ سوسائٹی کے پرچہ جلد نمبر ۴ میں بھی یہی لکھا ہے۔ رنل صاحب کی یادداشت نقشہ ہند مطبوعہ لندن ۱۷۹۲ء میں لکھا ہے کہ سون کی ایک شاخ پاٹلی پتر سے دکھن ہوتی ہوئی قلعہ عظیم آباد سے پورب گنگا میں مل گئی تھی۔ بکانن، ہملٹن اور بگلر صاحب نے بھی اپنی رپورٹوں میں اس کی تصدیق کی ہے۔ گورنمنٹ کی رپورٹ کے مطابق ۱۸۵۰ء سے اس ندی نے اپنا رخ پچھم جانب پھیرنا شروع کیا۔ ۱۸۷۲ء میں سون اور گنگا کا ملاپ منیر کے پاس تھا لیکن انیسویں صدی کی ابتدا میں سون منیر سے چند میل اتر ہٹ گئی تھی اور اب بھی ہٹتی جاتی ہے۔ [2] پروفیسر مکرنڈل نے صفحہ ۱۰۱ میں لکھا ہے کہ: "ارئن یونانی مورخ کے بیان کے مطابق پالی بوتھر (یعنی پاٹلی پتر دپٹنہ)، ارانو بواس اور گنگا کے ملاپ کی جگہ پر واقع تھا لہٰذا اس سے سون ندی ہی مراد ہے۔ ارانو بواس سے سنسکرت لفظ ہرانیاواہ یعنی سونا بہانے والی یا ہرانہ باہو یعنی سنہرے بازو والی مفہوم ہے۔ اور یہ سون ندی کے شاعرانہ نام ہیں۔ بہر کیف میگستھنیز اور ارین دونوں ارانو بواس اور سون کو دو متفرق ندیاں بتاتے ہیں اس سبب سے بعضوں نے ارانو بواس کو گنڈک سمجھا ہے جس کو سنسکرت میں گنڈکی کہتے تھے۔ لیسن نامی مورخ کے بیان کے مطابق بودھ دھرم والے اس کو ہرانیاوتی (یعنی سنہری) کہتے تھے۔ لیکن گنڈک اتنی چھوٹی ندی ہے کہ ارانو بواس گنگا اور انڈس ندیوں کے بعد سارے ہندوستان میں سب ندیوں سے بڑی بتائی گئی ہے نہیں ہو سکتی غالباً میگستھنیز کے وقت میں سون دو شاخ ہو کر گنگا میں گرتی ہو گی اور میگستھنیز نے اس کو دو علیحدہ ندیاں سمجھا ہوگا۔

کے قریب پن پن ندی میں مل گئی ہیں۔ موربر اور درد ہا ندیاں گرمیوں میں اکثر خشک ہو جاتی ہیں۔

**پھلگو۔ مٹھوائن۔ پنچانہ اور شکری ندی[۱]:** پھلگو ندی گیا کی طرف آ کر موضع تلھاڑا کے قریب سے دو شاخ ہو کر بہتی ہے۔ بائیں شاخ کو سونا اور داہنی شاخ کو کتر[۲] کہتے ہیں۔ بالآخر خسرو پور اور بختیار پور کے درمیان یہ دونوں شاخیں مٹھوائن ندی میں شامل ہو جاتی ہیں۔ مٹھوائن ندی حقیقتاً دہوا نالا اور سونا ندی سے پیدا ہوئی ہے۔ اور اس ضلع کی مشرقی حد تک بہتی ہے۔ موضع چیرو کے قریب جمنا نام کی ایک چھوٹی ندی اور ترمہانی پر دھنائین ندی بھی اس میں شامل ہو گئی ہے ترمہانی کے آگے یہ ندی ضلع مونگیر میں داخل ہو گئی ہے وہاں اس کا نام کولوہار ندی ہو گیا ہے۔

قصبہ بہار سے دکھن گریک کے قریب پانچ چھوٹی چھوٹی ندیوں سے پنچانہ ندی پیدا ہوگئی ہے خاص قصبہ بہار کے اندر یہ ندی شاخ در شاخ ہو گئی تھی اب یہ شاخیں خشک ہو گئی ہیں بہار کے قریب ہی سے اتر اور پورب بہتی ہوئی شکری ندی میں مل گئی ہے۔ اسی شکری ندی کا دوسرا نام موہنا بھی ہے موضع امانواں سے کچھ آگے تک متواتر چلی آئی ہے لیکن وہیں سے سیدھی پورب رخ کو بہتی ہوئی ضلع مونگیر میں داخل ہو گئی ہے۔ ان ندیوں میں پانی بہت کم رہتا ہے۔

**پہاڑ[۳]:** بودھ گیا سے جو پہاڑوں کا سلسلہ آیا ہے اس ضلع میں گریک کے قریب ختم ہوا ہے ہنڈیا نامی پہاڑی کے پاس جو اس ضلع کی سرحد پر واقع ہے اس کی اونچائی ایک ہزار چار سو فیٹ ہے لیکن اور کسی مقام پر اس ضلع میں اس کی بلندی ہزار فیٹ سے زیادہ نہیں گریک کے سامنے سے یہ سلسلہ دو شاخ ہو کر دکھن پچھم کو چلا گیا ہے اور اس کے درمیان میں جو خلا یا گھاٹی ہے اس میں ایک تدیم نالا ہے جس کو بن گنگا کہتے ہیں۔ راجگیر تک پہنچتے پہنچتے پہاڑوں کے درمیان کی زمین بہت وسیع ہو گئی ہے اس سے پورب اور اتر جو چوٹیاں ہیں ان کے نام سیلاگیری، چھٹاگیری، رتناگیری، بھل گیری[۴] اور بھارگیری ہیں۔ دکھن جانب[۵] کی چوٹیوں کے نام ادے گیری اور سونا گیری ہیں۔

---

[۱] شکری ندی مگدھ دیس کی خاص ندی ہے۔ اس کا اصلی نام مہانند تھا۔ اربن اور بلاتتی نے گنگا میں گرنے والی انیس ندیوں کا ذکر کیا ہے۔ اس میں مگون ندی (Magon) اسی ندی کو لکھا ہے۔ اینشینٹ انڈیا صفحہ ۱۹۱، [۲] اس کا اصل نام نرنجن تھا۔ جنرل کنگھم نے بھی اینشینٹ جیوگرافی آف انڈیا صفحہ ۵۲۲ اور ۵۲۳ پر اسی نام کو صحیح قرار دیا ہے

[۴] بھل گیری پہاڑ اور بھار پہاڑ میں گرم اور ٹھنڈے پانی کے عجیب و غریب گیارہ قدرتی جھرنے ہیں جن کا بیان راجگیر کے حال میں آئے گا۔

[۵] جنوبی سلسلہ میں گردھا کٹا نامی چوٹی بھی ہے جس کا بیان گوتم بودھ کے حالات میں درج کیا گیا ہے۔

رتنا گیری سے دو شاخیں اور نکلی ہیں ایک تو اسی گھاٹی سے گذرتی ہوئی دکھن طرف چلی گئی ہے۔ دوسری اتر پچھم جانب بپھل گیری سے مل گئی ہے۔ اسی سے پچھم سرسوتی ندی بھی بہتی ہے۔ یہاں سے تین میل دکھن پچھم جاکر ببھار پہاڑ کی چوٹی ہے اسی کے پاس پہاڑوں کا سلسلہ ختم ہوا ہے۔

راجگیر سے دکھن پورب اُدے گیری پہاڑوں کا ایک اور سلسلہ بپھل گیری سے مل گیا ہے۔ پچھم جانب تو یہ کسی قدر پست ہے لیکن اسی کے سامنے سوناگیری کی بلند چوٹی بھی موجود ہے اور اسی کے مقابل ببھار پہاڑ بھی نظر آتا ہے۔

اس کے علاوہ خاص قصبہ بہار سے اتر پورب ایک بلند پہاڑی ہے جس کو پیر پہاڑی کہتے ہیں دکھن جانب ناہموار زمینوں کے طور پر ایک راستہ بھی اس پر بنا ہوا ہے۔

**عام کیفیت سرزمین:** قصبہ منیر سے پورب شہر پٹنہ کے قریب تک گنگا کے کنارے سے لگی ہوئی زمین کسی قدر بلند واقع ہوئی ہے یہ قطعہ زمین کہیں کہیں دو میل کے قریب تک چوڑا ہے لیکن شہر سے دکھن اور پورب قصبہ باڑھ تک تمام زمین نہایت پست ہیں۔ باڑھ کے قریب تو یہ نشیب اس قدر زیادہ ہے کہ برسات آتے ہی اس کی صورت ایک جھیل کی سی بن جاتی ہے۔ اس زمین میں درخت بھی بہت کم نظر آتے ہیں۔ باڑھ سے ٹکاما تک یہ نشیب کسی قدر کم ہوتا چلا گیا ہے۔ راجگیر کے سوا اور جگہوں میں کوال مٹی زیادہ پائی جاتی ہے۔ جس زمین میں پائلی یعنی چکنی اور لسدار مٹی جس کے ذرات بہت چھوٹے اور ملائم ہوتے ہیں زیادہ ہوتی ہے، اسی کو کوال کہتے ہیں۔ جس زمین میں ریت کا جزو زیادہ ہو اس کو بالسندری کہتے ہیں اور جہاں ریت اور دوسری قسم کی مٹی کے اجزاء مساوی ہوں اس کو دوراس کہتے ہیں۔ کاشتکاروں نے قسم قسم بہت سے اور بھی نام مثل بھیٹ وغیرہ کے ایجاد کر لیے ہیں۔

ماہرین علم طبقات الارض کا خیال ہے کہ ان زمینوں کی سطح کا بالائی حصہ[۱] گنگا اور دوسری ندیوں کے سیلاب کی کثافت جمع ہونے سے پیدا ہو گیا ہے ہزار برس کی مدت میں اس زمین کی بالائی سطح بیس فیٹ کے قریب اونچی ہوئی ہے۔ گنگا کے کنارے سیلاب کے بعد جو زمین نکل آتی ہے اس کو دیارا کہتے ہیں ریہ یعنی سجی یا سوڈا ملی ہوئی زمین بہت کم ہے ایسی زمین ناقابل زراعت ہوتی ہے۔ ریہ سے دھوبی کپڑے دھویا کرتے ہیں اور دیسی صابون بھی بنتا ہے۔

---

[۱] گویا برس میں چوتھائی انچ کے قریب

محکمہ بندوبست (سٹلمنٹ) کی رپورٹ کے مطابق پورے ضلع میں گیارہ لاکھ ایکڑ[1] کے قریب زمین کاشتکاری کے کام میں آتی ہے، گویا کل رقبہ میں اکیاسی فی صدی مزروعہ ہے اس مزروعہ اراضی میں بھی ایک تہائی رقبہ ایسا ہے جس میں ایک فصل سے زیادہ پیداوار حاصل کی جاتی ہے۔

**فصلیں، نباتات اور اثمار:** اس ضلع میں ہر قسم کے غلے پیدا ہوتے ہیں۔ عام طور پر تین فصلیں مشہور ہیں، جن کو بھدئی، اگہنی اور ربیع کہتے ہیں۔

بھدئی فصل میں مکئی جنیر کودو اور مڑوا زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ کودو اور مڑوا اگہنی فصل میں بھی شامل کیا جا سکتا ہے کیوں کہ اس فصل میں بھی اس کی کاشت ہوتی ہے۔ عموماً جیٹھ کے مہینہ میں تخم ریزی کر کے بھادوں تک فصل کاٹنے کے لائق ہو جاتی ہے۔ اس فصل کیلیے متواتر تھوڑی بارش ہو کر دھوپ ہو جایا کرے تو بہت مفید ہے۔ بھدئی فصل میں ایک قسم کا دھان بھی ہوتا ہے جس کو بھدی اور بعض جگہ ساٹھی دھان کہتے ہیں۔ تخم ریزی کے بعد ساٹھ دنوں میں خوشے تیار ہو جاتے ہیں۔

اس ضلع میں ڈیڑھ لاکھ ایکڑ کے قریب بھدئی فصل کی کاشت ہوتی ہے۔ اگہنی فصل نہایت ضروری فصل ہے کیونکہ یہاں چاول ہی خاص و عام کی غذا ہے۔ پورے ضلع میں چار لاکھ ایکڑ زمینوں میں دھان پیدا ہوتا ہے یہاں کے نفیس قسم کے چاول جو باسمتی، دکھنی اور بادشاہ بھوگ وغیرہ وغیرہ بہت سے ناموں سے مشہور ہیں۔ زمانہ دراز سے اسوقت تک چین اور یورپ میں مشہور ہیں۔

چینی سیاح ہونگ تسانگ نامی نے جو ۶۳۰ء میں یہاں آیا تھا اپنے حالات سفر میں یہاں کے خوش ذائقہ چاولوں کا ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈیڑھ ہزار برس پہلے بھی عمدہ چاول پیدا ہوتے تھے۔

کاشتکار بالخصوص اس فصل میں کاشتکاری کے کاموں کو نہایت عقیدت مندی کے ساتھ مذہبی مناسک کی طرح انجام دیتے ہیں۔ اس میں علم نجوم کو بھی دخل ہے۔ مثلاً نچھتروں یعنی ستائیس منازل قمر میں سے جب آفتاب اردرا نچھتر میں داخل ہوتا ہے (جس کا زمانہ جون کے آخری ثلث سے جولائی کے اول ثلث تک ہوتا ہے) اس وقت تخم ریزی کی جاتی ہے، جب پونربس پکھ اور اشلیکھا نچھتروں میں آفتاب آتا ہے اس وقت نوخیز پودوں کو اپنی جگہ سے اکھاڑ کر کھیتوں میں لگا دیتے ہیں، ہست نچھتر کے (ہتھیا) زمانہ میں بارش کا سخت انتظار رہتا ہے۔ اگر اس وقت بارش نہ ہو تو پیداوار کو سخت نقصان ہوتا ہے اور چترا اور سواتی

---

[1] ایک ایکڑ ایک بیگہ اور بارہ کٹھوں کے برابر ہوتا ہے، لیکن مختلف جگہوں میں بیگھ کی وسعت مختلف ہے ہر جگہ یکساں نہیں

پچھتروں تک امساک باران رہے تو حتی المقدور کسی اور سبیل سے پانی پہنچانے کا بندوبست کرتے ہیں۔ اگہنی فصل میں کتاری یعنی دگنا) بھی شامل کیا جا سکتا ہے اس کے لوٹے لگانے کے بعد ایک برس کچھ کم میں پودے اپنی مراد کو پہنچ جاتے ہیں لیکن یہ زمین کی قوت نامیہ کو اس قدر سلب کر لیتے ہیں کہ اس میں اس سال پھر دوسری فصل پیدا کرنیکی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔

**فصل ربیع :** گورنمنٹ بہار کی رپورٹ کے مطابق آٹھ لاکھ ایکڑ سے زیادہ زمین میں فصل ربیع کی کاشت ہوتی ہے اس رقبہ میں وہ زمینیں بھی شامل ہیں جن سے ایک سے زیادہ فصل حاصل کی جاتی ہے دو لاکھ تینتالیس ہزار پانچ سو ایکڑ میں چنے اور تین لاکھ تیئس ہزار سات سو ایکڑ میں دوسری اقسام کی دالیں اور اٹھتر ہزار ایکڑ میں جوار، چھپن ہزار ایکڑ میں گندم پیدا ہوتا ہے، قریباً پچاس ہزار ایکڑ میں تل اور سرسوں پیدا ہوتی ہے۔ شہر کے دکھن سے پورب باڑھ اور مکاما تک نشیب زمین کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ آسن یعنی کنوار کا مہینہ آتے ہی اس کا پانی خشک ہونے لگتا ہے۔ اس وقت میں کاشتکار نہایت مستعدی سے اس زمین میں ہل چلا کر بیج بوتے ہیں، اگر بروقت مستعدی نہ رہے تو زمین زیادہ خشک ہو جاتی ہے اور ہل چلانا دشوار ہو جاتا ہے۔ ایک بیل سے عموماً ڈیڑھ یا دو بیگھہ زمین جوت لیتے ہیں زیادہ ہل ہو تو اور زیادہ کام ہوتا ہے ان زمینوں کے علاوہ اور اطراف میں موسم باران آخر ہوتے ہوتے فصل ربیع کی کاشت شروع ہوتی ہے۔ عموماً ہست نچھتر کے ختم ہونے تک فصل کی کاشت شروع کرنا بہتر سمجھتے ہیں لیکن فصل ربیع کے لیے وقت کی پابندی سے زیادہ موسم اور زمین کی حالت کو ملحوظ رکھتے ہیں۔

**گوبی اور آلو کی کاشت :** خاص شہر کی آبادی کے اندر اور شہر سے باہر بھی گوبی اور آلو کی کاشت بہ کثرت ہوتی ہے پرانے مقبروں خانقاہوں امام باڑوں اور مسجدوں کی زمین تک لوگوں نے کوئیریوں کے ساتھ بندوبست کر دی ہیں جن میں کاشت ہوتی ہے۔ تخمیناً پندرہ ہزار ایکڑ سے زیادہ زمین میں کاشت ہوتی ہے

**اشجار مثمرہ یعنی پھلدار درخت :** یوں تو چند اقسام کے سوا قریب قریب ہر قسم کے پھلدار درخت بعض شوقینوں نے اپنے باغ میں لگا رکھے ہیں، لیکن عموماً یہاں کے آم نہایت لذیذ اور شیریں ہوتے ہیں، امرود اور انار بھی اب اچھے قسم کے پیدا ہوتے ہیں۔ شہر سے پچھم اور پورب تاڑ کے درخت بکثرت نظر آتے ہیں اگر تجارتی طریقہ پر ان سے خل یعنی سرکہ تیار کرنے کا انتظام کیا جائے تو شاید یہ بڑے منافع کا کام ہوگا۔ یہاں گلاب بھی بہت اعلیٰ قسم کا ہوتا ہے جو اکبر اور جہانگیر کے دربار میں بہت پسند کیا جاتا تھا، لیکن اب اس کی کوئی باقاعدہ تجارت یہاں نظر نہیں آتی۔

••

# قصبہ منیر

اس قصبہ کا قدیمی نام مَنیَر بروزن سَرِدَر تھا، جو آٹھویں صدی ہجری تک ضرور جاری تھا۔ چنانچہ راقم کے اجداد میں حضرت حسین بلخی (متوفی ۸۴۸ھ) ایک نظم میں مخدوم شرف الدین احمدؒ کے متعلق فرماتے ہیں:

مقتدائے دین پیرم مَنیَری ـــــ ایں سخن با من بگفت از سَروری

بہرکیف اب اس کا مشہور نام مُنیر ہو گیا ہے۔ صوبہ بہار میں سب سے زیادہ قدیم مقام غالباً یہی ہے۔ تاریخ فرشتہ (ص ۱۲) کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کی نسل میں فیروز رائے نے اس کو آباد کیا اور یہاں بے شمار خیرات کی۔ یہ روایت محض افسانہ معلوم ہوتی ہے تاہم اس سے اس کی قدامت کا پتہ چلتا ہے۔ سابق زمانے کی یادگار میں سدھور کی مورتی ہے جس کا ذکر ابھی آئے گا۔

مسلمانوں نے اس صوبہ میں اول اول اس قصبہ میں قدم جمائے جس کی مفصل کیفیت راقم نے "تاریخ مگدھ" میں لکھی ہے۔ موجودہ عمارتیں مسلمانوں کے عہد کی ہیں۔ سابق میں آبادی کس طور پر تھی صحیح طور پر معلوم نہیں ہوتا۔ کہا جاتا ہے کہ پچھم اتر جانب جہاں اب خانقاہ ہے وہاں پر راجہ منیر کے محلات تھے ممکن ہے کہ بڑی درگاہ کے پچھم جو تالاب ہے بہت قدیم ہو لیکن اُس کے گرد جو سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں وہ بہت قدیم نہیں معلوم ہوتی ہیں۔

**۷۹۸ھ کی مسجد:** بڑی درگاہ کے احاطہ سے دکھن پچاس ساٹھ قدم کے فاصلہ پر ایک پرانا ٹیلہ ہے جس پر متعدد پرانی قبریں ہیں۔

بیچ میں ایک قبر کے سرہانے سنگ موسیٰ کی لوح لگی ہوئی ہے جس میں خطِ طغرا کے طور پر یہ اشعار نمایاں ہیں۔ اشعار سے خود ظاہر ہے کہ یہ کسی مسجد کا کتبہ تھا جس کو جاہلوں نے قبر کے سرہانے لگا دیا ہے۔ اس قبر کے پاس کے کھنڈر سے قیاس ہوتا ہے کہ یہاں پر ایک چھوٹی سی مسجد بھی تھی جو منہدم ہو گئی ہے۔ یہ ٹیلہ

خود بھی بہت قدیم نظر آتا ہے۔

| | |
|---|---|
| بحمد اللہ در عہد محبب | شہہ محمود سلطان مہذب |
| بہیں مسجد کہ بُد بانیِ اول | خلیل الحق زاقطاب مُقرب |
| چو حماد خیطر الوان پیراست | عمارت کرد باز از سر مُرتب |
| زہجرت ہفت صد ہشت و نود بود | بہ عصمت دار بنیاد ش تو اے رب |

یہ کتبہ قدیم ہونے کے علاوہ تاریخی حیثیت سے بھی ایک اہمیت رکھتا ہے وہ یہ کہ شہہ محمود سے سلطان محمود تغلق کا عہد مراد ہے، جس نے ۷۹۶ھ میں خواجہ جہاں کو جونپور و صوبہ بہار کی حکومت دی تھی جس کی اولاد سلاطین شرقیہ کہلائی اور ایک صدی تک صوبہ بہار پر حکومت کرتی رہی۔

مسجد کے بانی اول خلیل الحق سے غالباً مخدوم یحییٰ کے بیٹے خلیل الدین مراد ہیں جو مخدوم یحییٰ کے بیٹے اور مخدوم شرف الدین احمد کے بھائی تھے۔

**تنکر قلی خاں کی قبر ۹۸۳ھ:** بڑی درگاہ کے پورب دکھن ساٹھ ستر گز کے فاصلہ پر ایک یہ پختہ چہار دیواری کے اندر چند قبریں ہیں (ان قبروں کے بیچ ایک چھوٹی سی مسجد بھی تھی جس کے کچھ آثار باقی ہیں) ایک سنگین قبر کے سرہانے پانچ فیٹ لمبا بیس انچ چوڑا اور پانچ انچ موٹا پتھر لگا ہوا ہے جس پر یہ عبارت کندہ کی ہوئی ہے:

"یا حیّ ۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

| | |
|---|---|
| دریغا کہ بے ما بسے روزگار | بروید گل و بشگفد نوبہار |
| کسانے کہ از ما بہ غیب اندر اند | بیایند و بر خاک ما بگذرند |

فوت نواب مرحوم و مغفور تنکر قلی خاں ابن مفتی شیخ علی بدخشانی سنہ نہصد و ہشتاد و سہ (۹۸۳ھ)

جسوقت راقم نے اس کتبہ کو دیکھا پتھر کا نصف حصہ مٹی اور گھاس کے اندر چھپا ہوا تھا۔ کھود کر نکالنے کے بعد یہ عبارت صاف پڑھی گئی۔

کتاب "وسیلہ شرف" میں لکھا ہے کہ شاہ دولت کے مقبرہ کی تعمیر میں یہی میر عمارت تھے لیکن یہ امر قطعاً ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ اسلیے کہ مقبرہ کی تعمیر تنکر قلی خاں کے انتقال کے بیسوں برس بعد ہوئی جیسا کہ کتبوں سے ظاہر ہے۔

**بڑی درگاہ اور رد ھد ر کا ذکر:** تالاب کے پورب جانب ایک بلند مستطیل احاطہ ہے۔

مخدوم یحییٰ منیری کا مزار ہونے کے سبب اس جگہ کو بڑی درگاہ کہتے ہیں۔ احاطہ کے باہر اُتر جانب ترشے ہوئے پتھر کی شیر کی مورتی بنی ہوئی ہے اور اُس کے اگلے دونوں پاؤں کے درمیان میں ویسے ہی پتھر کا ایک ہاتھی بنا ہوا ہے۔ گویا اس شیر نے ہاتھی کو دونوں پاؤں کے درمیان سینے کے نیچے دبالیا ہے۔ یہ مورتیاں ایک چبوترے پر ہیں۔ بعض حصہ امتدادِ زمانہ سے خراب ہو گیا تھا، فی الحال اُس کو سمنٹ سے درست کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن مرمت سے اور بدنما معلوم ہوتا ہے۔ غالباً یہ مورتی بہت قدیم زمانے سے موجود ہے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ مسلمانوں نے اس کو سابق زمانے کی یادگار سمجھ کر اپنی جگہ پر چھوڑ دیا ہے۔

**بڑی درگاہ کی مسجد ۱۰۱۴ھ:** بڑی درگاہ کے احاطہ کے پچھم طرف تین بلند گنبدوں کی ایک مسجد ہے جو بے مرمتی کی حالت میں ہے۔ ایک گنبد بیچ سے شق ہو کر رہ گیا ہے۔ بیچ کے در کے اوپر باہر جانب سنگ موسیٰ کی بارہ انچ چوڑی اور پندرہ انچ لمبی لوح پر یہ کتبہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خوش آنکس کاندریں دارِ فنا — تخمِ احساں کاشت در کشت بقا
خانہ کو کردہ بنائے مسجدے — بر طریق کعبۂ بیت الہدے
ہمچنیں بر مرقدِ سلطانِ دیں — شیخ یحییٰ سرگروہِ اولیا
ساخت ابراہیم خاں کاکرزدل — مسجد عالی بنا بہر خدا
بندۂ عاصی چو در تاریخ آں — جستجو نمود و می زد دست و پا
ناگہاں در گوشِ ہوشِ او سروش — بہرِ ایں دار الامانِ دوسرا
گفت ایں مصراع از الہامِ غیب — کرد ابراہیم بیت اللہ بنا

۱۰۱۴

**چھوٹی درگاہ (مخدوم دولت کا مقبرہ) ۱۰۳۲ھ:** بڑی درگاہ سے اُتر پچھم دوسرا بلند احاطہ ہے جس کے بیچ میں مخدوم دولت اعلیٰ شان سنگی مقبرہ ہے۔ باہر صحن میں متعدد قبریں ہیں اور پچھم جانب ایک وسیع مسجد اور صحن ہے۔

مخدوم دولت کے مزار کے سبب یہ جگہ چھوٹی درگاہ کہلاتی ہے۔ یہ احاطہ بھی نہایت وسیع

ہے۔اس کی تمام عمارتیں صوبہ بہار میں عہد مغلیہ کے طرز تعمیر کی بہترین یادگار ہیں۔[1]

**مقبرہ کے دروازے کا کتبہ ۱۰۲۳ھ :** بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ لا الٰہ لا اللہ محمد الرسول اللہ

| | |
|---|---|
| کنت فی فکر من اذا لباب | کان قلبی بحولہ سکنا |
| کان عقلی علیٰ طریق الامر | قل لی من دخلہ کان آمناً |

ولہٗ

| | |
|---|---|
| چوں دریں روضۂ مقدس شاہ | روئے نیت نہادہ بر اتمام |
| سال تاریخ من ازو جستم | خردم بہر ایں خجستہ مقام |
| بد عالب کشودہ و گفتا | در دولت کشادہ باد دوام |

**چھوٹی درگاہ کی مسجد ۱۰۲۸ھ :** یہ مسجد بھی طرز تعمیر کے لحاظ سے نہایت نادر عمارت ہے۔ دیواروں پر بجائے پلاسٹر کے سنگ خارا لگے ہوئے ہیں، اور چھت میں بجائے گنبد کے پچھم اور پورب کی دیواروں پر محراب قایم کیا ہے۔ یہ محراب کی پٹی ہوئی چھت بعض مقام پر شق ہو چلی تھی۔ گورنمنٹ نے اس کو مرمت کرا دیا ہے لیکن یہ مرمت بدنما سی معلوم ہوتی ہے مسجد کے دکھن جانب حجرہ بھی بنا ہوا ہے۔ بیچ کے در کے اوپر باہر جانب سنگ خارا میں مندرجہ ذیل کتبہ ہے، اس کا کچھ حصہ بعض جگہ مٹ گیا ہے۔ کتبہ بلندی پر ہے اور اس کا طول تین گز کے قریب ہے۔

بسم الرحمٰن الرحیم

لا الہ الا الہ محمد الرسول اللہ اللھم صل علی محمدٍ وعلیٰ اٰلِ محمدٍ و بارک وسلم۔ اشھدُ ان لا الہ الا اللہُ وحدہٗ لاشریک لہٗ واشھد ان محمداً عبدُہٗ ورسولہٗ قال اللہ تعالیٰ ان اول بیت وضع للناس الذی ببکۃ مبارکاً وھدی للعلمین فیہ اٰیات بینات مقام ابراھیم ومن دخلہ کان اٰمناً وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین۔

| | |
|---|---|
| چو ایں عالی بنائے کعبہ تمثال جہاں آرا | بفیضِ صانعِ قادر تمامی اقتضا کردہ |

---

[1] عمارت سنگ خارا کا بنی ہوئی ہے لیکن چھت کے پتھروں میں آیات قرآنی کندہ ہیں جو نہایت خوشخط اور خوشنما معلوم ہوتی ہیں گنبد بھی نہایت خوشنما ہے۔

دلِ عاصی ہمین جُست از خرد سال بنائے او | خرد گفتا چو ابراہیم بیت اللہ بنا کردہ
---|---
| ۱۰۲۸ھ

**مخدوم دولت کا مقبرہ:** مذکورہ بالا کتبوں سے ظاہر ہوگیا کہ بانی عمارت ابراہیم خان تھے۔ مقبرہ صوبہ بہار میں بہترین قسم کی عمارت ہے۔ مقامی لوگوں کا بیان ہے کہ اس کے پتھر گجرات کی طرف سے لائے گئے تھے۔ جنرل کننگھم بھی اس عمارت کو مشرقی ہند میں بہترین عمارت بتاتے ہیں۔ اس کا چبوترہ صحن سے ڈیڑھ گز بلند ہے۔ ہر ایک کونے پر برجیاں بنی ہوئی ہیں جو ہشت پہل ہیں۔ مزار ایک بڑے گنبد کے نیچے ہے جس کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے گنبد ہیں باہر کی جانب سائبان کی چھت ہموار پتھروں سے پٹی ہوئی ہے جس میں شہتیر کے عوض بھی پتھر لگے ہوئے ہیں اور تمام پتھروں میں نہایت خوشنما حروف میں آیات قرآنی کندہ ہیں۔ مزار کے احاطے کی دیواریں خوشنما جالی دار پتھر کی ہیں۔ اندرونی سطح جس پر گنبد کی دیوار قایم کی گئی ہے ہشت پہل ہے۔ دکھن جانب دروازے کے اوپر دو کتبے ہیں۔

**شاہ دولت کی وفات کا کتبہ ۱۰۱۷ھ:**

قطب اقطاب زماں قدوۂ دیں | آں کہ از مہر و مہ الانور بودہ
---|---
شاہِ دولت کہ سوئے عالم قدس | چوں ز گیتی بہ سفر در بودہ
سال ہجرتش خردِ عاصی یافت | وارثِ حال پیمبر بودہ
| ۱۰۱۷ھ

**مقبرہ کی تعمیر کا کتبہ ۱۰۲۵ھ:**

از بہر نثارِ ایں بنائے آباد | از درجِ دلم دو دُرِ تاریخ فتاد
---|---
اول بشمر روضۂ احباب و دوم | مانندِ بہشت جاوداں ایمن باد ۱۰۲۵ھ

مقامی روایات کے مطابق ان تاریخوں کے مصنف میر امان اللہ عاصی قصبہ سندیلہ (ضلع لکھنؤ) کے رہنے والے تھے اور مخدوم دولت کے مریدوں میں تھے۔

**قصبہ منیر کی مسجد ۱۱۰۳ھ:** اس مسجد کے اصل بانی مُلّا عبدالشکور تھے ۱۱۰۳ھ میں ابراہیم خاں نے اس کو از سر نو درست کرایا۔ یہ مسجد مخدوم دولت کے مقبرہ سے اتر جانب چند سو گز کے فاصلہ پر ہے۔ اس کے اتر پچھم خانقاہ واقع ہے مسجد کی ساخت میں کوئی غیر معمولی بات معلوم نہیں ہوتی۔ اس کا صحن راستہ سے دس بارہ فیٹ کی بلندی پر واقع ہے بیچ کے در کے اوپر سنگ موسیٰ کی لوح پر یہ کتبہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شکر ایزد گو کہ از چون و چرا بر دست نام | کز سپاسِ او شود فرخندہ دل شیریں کلام
مولوی عبدالشکور از و اصلانِ حق بگو | پیشوائے راہِ دیں بود و طریقت را امام
کردِ مسجد را بنائے نیک از صدق و یقین | از برائے سجدۂ طاعت خدائے پاک نام
مسجد آں مولوی افتادہ بود۔ - - - - | کرد ابراہیم خاں از سر بنایش انتظام
در زمانِ شاہِ عالمگیر غازی دیں پناہ | عادل و کشور کشا فرمانروائے روم و شام
علویِ نسلِ قریش آں جانِ جاناں بن کبیر | شد بنا از مولوی او در جہاں فرخندہ نام
چوں مرتب شد ز دل پرسیدم از تاریخِ او | گفت از تاریخِ او شد مسجدِ بیت الحرام

۱۱۰۲ھ

**۱۱۰۲ھ کی مسجد کا دوسرا کتبہ ۱۲۸۲ھ:** مندرجہ بالا کتبوں کے نیچے سنگ مرمر کی دس انچ چوڑی اور بیس انچ لمبی لوح پر ایک اور کتبہ ہے جس کی عبارت یہ ہے:

"عبدالشکور ساختہ بنیاد اولیں | بارِ دگر نمودہ براہیم خاں بنا
پس خادم علی کہ رئیس است در منیر | از آلِ مصطفٰے و ز اولاد مرتضٰے
تعمیر کرد بارِ سوم مسجدِ کہن | شد قبلہ۔ بہر کعبہ پرستانِ با صفا
بنمود فکر۔ در سنِ تاریخ او بشیر | ہاتف بدیہہ گفت زہے خانۂ خدا"

۱۲۸۲ھ

ایں سنگ از مدینہ طیبہ کندہ کنانیدہ آوردہ شد یک ہزار و دو صد و ہشتاد و سہ ہجری ۱۲۸۳ھ

**بعض مقابر کا ذکر:** مقامی لوگ قصبہ منیر کے اُتر اور پچھم جانب بعض مقاموں کو گنج شہیداں کہتے ہیں۔ شاید اسی مقام پر اول اول مسلمانوں نے یہاں آ کر جنگ کی اور یہیں کچھ لوگ مقتول ہوئے ہونگے۔ چھوٹی درگاہ سے پچھم مخدوم برہن بلخی کا مزار بتاتے ہیں۔ تالاب سے پچھم میر قطائی[1] ابدال کی قبر کہی جاتی ہے۔ اس سے اور پچھم حسین خاں کی قبر بتائی جاتی ہے جو امام تاج فقیہ کے ساتھیوں میں تھے اور قریب میں ڈھائی کنگرہ کی مسجد اور جلال منیری کی قبر ہے۔ اُتر جانب مومن عارف کی قبر بتائی جاتی ہے جو قصبہ منیر کے اول مسلمان باشندہ تھے۔ یہاں پر رکن الدین و غلانی کی بھی قبر بتائی جاتی ہے جو مخدوم یحیٰی کے استاد تھے۔

[1] انہیں میر قطبی ابدال بھی کہا جاتا ہے ــــ ادارہ

ان قبروں کے علاوہ اور بھی اطراف و نواحِ قصبہ میں متعدد قبریں ہیں۔ مقامی لوگ اکثر قبروں کو شہیدوں کی قبریں بتاتے ہیں لیکن کتبہ نہ ہونے کے سبب زبانی روایات پر زیادہ بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔

**موضع مہداواں میں ایک قبر کا کتبہ (غالباً ۹۹۱ھ):** قصبہ منیر سے ایک کوس پورب موضع مہداواں ہے، راستہ سے پچھم جانب ایک چبوترے پر تین پختہ سنگین قبریں ہیں۔ دکھن جانب جو قبر ہے اُس کا مجحر خوشنما ترشا ہوا ہے۔ اس مجحر پر یہ آیت کندہ ہے: ''یثبت اللہ الذین اٰمنو بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا و فی الاٰخرۃ''۔ سرہانے لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ اور ۹۹۱ھ اور پائیتانے شیخ عبد النبیؒ دریا عبد العلی المشہور بہ میر واعظ ابن سید احمد بخاری کندہ ہے۔ سنہ کے ہندسے کسی قدر مٹے ہوئے ہیں، اس لیے ممکن ہے کہ بجائے ۹۹۱ھ کے ۱۰۶۱ھ ہو، بہرکیف طرزِ تعمیر اکبر شاہ کے زمانے کی ہے۔ قبر کا مجحر حقیقتاً ایک لداؤ چھت پر واقع ہے اور اصل مدفن چبوترے کے نیچے ہے جو چبوترے کی جنوبی دیوار میں چھوٹے سے درسے نظر آتا ہے۔

اس مقبرہ سے دکھن پورب مسجد کی پشت پر میدان میں متعدد قبریں ہیں اُن میں درمیان والی پختہ قبر قطب سالار کی قبر کہی جاتی ہے جو امام تاج فقیہ فاتح منیر کے لشکر کے سرکردہ تھے۔ پچھم جانب ایک پختہ قبر ملا غلام یحییٰ بہاری کی ہے جو اُن کے وصیت نامے کی رو سے دریافت کی گئی ہے۔ یہ وصیت نامہ ڈاکٹر عظیم الدین احمد صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی کے پاس موجود ہے۔ ان قبروں پر یا مسجد میں کوئی کتبہ موجود نہیں۔

**شیر پور کی مسجد ۱۱۵۷ھ:** منیر اور داناپور کے درمیان شیرپور واقع ہے۔ یہ ایک قدیم بستی کہی جاتی ہے۔ قصبہ کے بیچ میں سڑک سے لگی ہوئی دکھن جانب تین گنبدوں کی ایک مسجد ہے جس کے بیچ کے در کے اوپر سنگ موسیٰ کی دو فیٹ لمبی اور چودہ انچ چوڑی لوح پر یہ کتبہ ہے:

یا اللہ — چو ایں مسجد زعظمت خاں بنا یافت — یا اللہ

کہ باشد سجدہ گاہِ اہلِ اسلام

پئے تاریخ ایں فرخندہ مسجد

یا اللہ — معظم مسجد آمد سالِ اتمام — یا اللہ

۱۱۵۷ھ

منیر اور شیرپور کے درمیان کئی قدیم بستیاں ہیں جہاں متعدد پختہ قبریں ہیں اور مسجد بھی ہے لیکن کتبہ کسی جگہ نہیں پایا جاتا۔ اسی طرح شیرپور اور داناپور کے درمیان بھی بعض قدیم بستیاں ہیں لیکن ان کے متعلق بھی کوئی قابلِ ذکر بات معلوم نہ ہوئی۔

---

۱؎ ممکن ہے کہ عبد النبی کی جگہ عبد العلی یا عبد الغنی ہو۔ اس جگہ پر پتھر کی چٹ اڑ گئی ہے اس لئے صاف پڑھا نہ گیا۔

# قصبہ داناپور

اس قصبہ کا اصل نام دھنہ پور یا دھن پور تھا جس کو راجہ دھن نند نے چوتھی صدی قبل مسیح علیہ السلام آباد کیا تھا انگریزوں نے اپنے دورِ حکومت میں اس کو فوج کی چھاؤنی بنایا۔ داناپور میں ایک نہر بھی ہے، جو سون ندی اور گنگا کے پانی سے بھری رہتی ہے یہ پٹنہ اور آرہ کے جنوبی علاقوں میں زراعت کے لیے بہت مفید ہے۔ اس نہر میں داناپور سے اروَل تک اسٹیمر بھی چلتا تھا۔

**بی بی گنج کی مسجد ۱۲۳۴ھ :** داناپور میں نہر کے پل کے پاس سے ایک راستہ سیدھا دھن کھگول کو چلا گیا ہے جو دو کوس کے قریب ہے اور منیر سے جو سڑک پورب آئی ہے اس کی دو شاخیں ہوگئی ہیں جو نصف میل پورب جاکر مل گئی ہیں۔ داہنی جانب جو شاخ ہے اس میں کچھ دور جاکر راستے سے داہنی جانب ایک مسجد ہے جس کے بیچ والے در کے اوپر ستائیس انچ لمبی اور دس انچ چوڑی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں :

زاں صلاحے کہ داشت در طینت ۰ خاطر کار عاقبت پرداخت

از سر یمن بہر تاریخش ۰ شاعرے گفت مسجد نوساخت

۱۰ + ۱۲۲۴ = ۱۲۳۴ھ

اس مسجد سے کوئی دو سو قدم آگے جامع مسجد ہے لیکن اس میں کتبہ نہیں۔ اس سے تھوڑے فاصلہ پر ایک اور مسجد ہے جو بسّی والی کی مسجد کہلاتی ہے۔

**شاہ محمد اکبر ابو العلائیؒ قدس سرہٗ کی خانقاہ :** جس جگہ متذکرہ بالا سڑک کی دونوں شاخیں مل گئی ہیں۔ یہ شاہ جمال کا تکیہ کہلاتی ہے۔ یہاں پر ایک مسجد اور ایک گنبد کے اندر مزار ہے اور متعدد قبریں باہر صحن میں ہیں۔ اس مقام سے اتر گنگا کے کنارے شاہ محمد اکبر صاحب ابوالعلائی کی خانقاہ اور قریب میں اسی سلسلے کے بزرگوں کے مزارات ہیں شاہ محمد اکبر صاحب ابوالعلائی مشاہیر پیران طریقت اور نامی شعرا میں تھے۔ آپکا نام کسی تعریف کا محتاج نہیں۔

**کھگول کی مسجد ۱۳۳۴ھ :** داناپور ریلوے اسٹیشن سے دکھن اور کھگول بازار سے پچھم جانب ایک قدیم مسجد تھی جس کو ۱۳۳۴ھ میں وہاں کے مسلمان باشندوں نے پختہ بنالیا ہے اور بیچ کے در کے اوپر یہ کتبہ لگا دیا ہے :

قطعہ سال تشئید مسجد نیک بنیاد کھگول

بہر اسلام مسلمانان ایں دہ ۔ کمال شان ایں مسجد گواہست

بصرف مال پختہ ساختندش ۔ زخوبی دلکش اہل صفاہست

نصیب شاں جناں روز جزایا ۔ دعا از من اجابت از خداہست

وفا تاریخ تشئید بنایش ۔ مقدس مسجد و بیت خداہست

# قصبہ عظیم آباد

**لال سے درگاہ شاہ ارزاں تک :** گاندھی میدان کے پورب جانب جہاں پولیس والوں کے رہنے کی چھاؤنیاں بنی ہوئی ہیں، اس جگہ سے ایک راستہ پورب شاہ ارزاںؒ کی درگاہ ہوکر صادقپور کی سڑک میں مل گیا ہے۔ اس راستے میں اول محلہ باقرگنج ہے۔

**باقرگنج کی مسجد ۱۲۵۷ھ :** اس مسجد کی تعمیر معمولی قسم کی ہے۔ بیچ والے محراب کے اوپر یہ کتبہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسجد اسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیہ

| | |
|---|---|
| بہر رضائے خدا ساختہ خیر النسا | مسجد عالی بنا چوں حرم محترم |
| خامہ زاہد چو کرد سال بنا میش طلب | ھاتفش آواز داد ثانیہ بیت الحرم |

۱۲۵۷ھ

**تبارک علی کی مسجد ۱۲۷۵ھ :** یہ مسجد باقرگنج کی گلی والی مسجد بھی کہلاتی ہے۔ اسکے کتبے کی عبارت حسب ذیل ہے:

| | |
|---|---|
| مسجد مرتفع بنا فرمود | چوں تبارک علی پاک سرست |
| کلک نکہت بسال تعمیرش | کعبہ نو بہند ساخت نوشت |

۱۲۷۵ھ

**اصالت خاں کی مسجد ۱۲۴۴ھ :** یہ مسجد راستے کے اتر جانب واقع ہے۔ اس محلہ کو فقر باڑ کہتے ہیں جو باقرگنج سے متصل پورب ہے مسجد کی مغربی دیوار باقی رہ گئی ہے اور دیواریں منہدم ہو گئیں اس کے اتر اور پچھم طرف بہت سی قبریں ہیں۔ راستے کے دکھن سابق میں پاگل خانہ تھا اب سائنس کالج ہے۔ بانی مسجد اصالت خاں کسی پلٹن میں صوبے داری کا عہدہ رکھتے تھے۔ مسجد کی دیوار قایم رہ گئی ہے اس کے بیچ چھوٹی سی لوح پر یہ عبارت ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ ۔ اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ

تعمیر ساختہ اصالت خان صوبہ دار یکہزار و دو صد چہل و چہار ہجری قدسی

**مسماۃ نورن کی مسجد ۱۲۳۳ھ :** اصالت خان کی مسجد سے پورب تھوڑے فاصلے پر دوسری مسجد ہے۔ اس کے کتبے کی عبارت یہ ہے :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

تعمیر بتاریخ پانزدہم شہر جمادی الاول ۱۲۳۳ھ روز شنبہ بوقت صبح مسماۃ بی بی نورن رحلت فرمود ابوبکر، عمر، عثمان، علی۔

**بھکنا پہاڑی :** سائنس کالج سے کوئی چوتھائی میل پورب راستے کے دکھن جانب ایک بلند ٹیلہ ہے جو بھکنا پہاڑی کہلاتا ہے۔ راستے کے کنارے مکانات بن گئے ہیں اس لیے راستے سے یہ ٹیلہ نظر نہیں آتا۔ موجودہ تحقیق کے مطابق اس جگہ راجہ اشوک نے اپنے بھائی مہندر نامی کے لیے راجگیر کے پہاڑ کا ایک چھوٹا سا نمونہ بنا کر اس کو یہاں رہنے پر راضی کیا تھا۔ چینی سیاح کے بیان کے مطابق یہاں پر بہت بڑے بڑے پتھروں کے حجرے بنے ہوئے تھے، لیکن اب پتھر کی چٹانیں دکھائی نہیں دیتیں، ممکن ہے کہ زمین کے اندر دب گئے ہوں۔ ٹیلے کے علاوہ راجگیر کی پہاڑی کا ایک بہت چھوٹا سا نمونہ مٹی کا بنا ہوا پورب اتر جانب رکھا ہوا ہے۔ ٹیلے پر نواب منیر الدولہ نے مکانات بنوائے تھے جن کا کچھ حصہ اب تک باقی ہے۔ ایک کمرے کے اندر مرمت کی غرض سے زمین کھودی گئی تو دو تین فیٹ سطح سے نیچے پتھر کے چند گولے جو گیند کے برابر نہایت خوشنما اور چکنے ہیں، دکھائی دیئے۔ نواب منیر الدولہ کے ورثا میں راقم کے قدیم دوست مہدی نواب صاحب نے یہ گولے راقم کو دکھائے تھے۔ اب اس ٹیلے پر مکانات بنے ہوئے ہیں، جن میں نواب صاحب مرحوم کے ورثا رہتے ہیں۔ اس کے متصل پورب محلہ مہندرو ہے جو غالباً راجہ اشوک کے بھائی مہندر کے نام سے نسبت رکھتا ہے اور بھکنا بھی لفظ بھیکو سے مشتق ہے جو بودھ دھرم کے فقرا کا لقب ہوتا تھا۔

**درگاہ شاہ ارزاں :** بھکنا پہاڑی سے نصف میل یا اس سے کچھ زیادہ پورب مشہور و معروف مقام ہے۔ اس سے متعلق بہت سے مواضعات بھی وقف ہیں۔ عشرہ محرم میں یہاں تعزیوں اور ریوڑنا کے پھول وغیرہ دفن کیے جاتے ہیں اور میلہ ہوا کرتا ہے۔

**شاہ ارزاں صاحب کے مزار کا کتبہ :** سڑک کے اتر جانب ایک احاطہ کے بعد اتر طرف دوسرے احاطہ کے اندر ہے۔ قبہ کے جنوب میں در کے اوپر ڈھائی فیٹ لمبی اور ڈیڑھ فیٹ چوڑی سنگ موسیٰ کی لوح پر یہ اشعار

کندہ ہیں: "رفت قطب زمان بہ اسانی | بہ ریاض بہشت نورانی
سال فوتش ز فیض ملہم غیب | گفت دل شاہ جنت ارزانی
۱۰۲۸ھ

درگاہ کا احاطہ بعد میں تعمیر ہوا تھا۔

**درکا کتبہ ۱۰۵۲ھ:** درگاہ کی دیوار میں در کے اوپر سائبان کے نیچے ڈیڑھ فیٹ لمبی اور ایک فیٹ چوڑی سنگ موسیٰ کی لوح پر یہ شعر کندہ ہے:

بہر تاریخ درگہش رفتم | پاک درگاہ خاص حق گفتم

**شاہ سجاول کا مزار ۱۰۶۳ھ:** گنبد کے اوپر سنگ موسیٰ کی بیضاوی لوح پر جو دو فیٹ لمبی اور سولہ انچ چوڑی ہے، یہ کتبہ ہے:

عاشق مولا سجاول شاہ شاہِ دین پناہ | چوں ازیں دار فنا شد جانب دار السلام
سال تاریخ وفات آں سریر آرائے فخر | گفت دل جا یافتہ بر مسند وصل امام
۱۰۶۳ھ

اعداد جوڑنے سے ۱۰۶۴ ہوتے ہیں متقدمین کے یہاں تاریخ میں ایک عدد کی کمی بیشی جائز تھی۔

**شاہ شہباز کا مزار ۱۱۲۳ھ:** سنگ موسیٰ کی لوح (۲۰×۱۵) پر یہ کتبہ ہے:

هو العلي الاعلى

کرد رحلت بسوئے باغِ جناں | انکہ در فقر بود ممتازے
شاہ شہباز عارف کامل | کہ براہ رضاست جانبازے
طایر سدرہ گفت ایں تاریخ | بود شہباز عرش پروازے
۱۱۲۳ھ

**شاہ بسنت کا مزار ۱۱۵۸ھ:** سنگِ موسیٰ کی لوح (۲۰×۱۵) پر یہ اشعار کندہ ہیں:

کرد رحلت چارشنبہ نوزدہ ماہ رجب | گفت ہاتف عارف یزداں نسبت عالی نسب
۱۱۵۸ھ

**شاہ کریم اللہ کا مزار ۱۱۶۱ھ:** سنگِ موسیٰ کی لوح (۲۴×۱۰) پر یہ کتبہ ہے:

مالک الملک فقر شاہنشاہ | زدہ در کشور بقا خرگاہ
گفت تاریخ رحلتش تقدیر | یافت قرب نبی کریم اللہ
۱۱۶۱ھ

**شاہ غلام حسین کا مزار ۱۲۱۱ھ:** سنگ موسیٰ کی لوح (۱۴×۱۰) پر یہ کتبہ ہے:

شاہ حق آشنا غلام حسین — حیف زین خاکدان بعجلت رفت
خواست عشقی چو سال رحلت او — گفت ہاتف بسوے جنت رفت
۱۲۱۱ھ

**شاہ کریم بخش کا مزار ۱۲۵۲ھ :** سنگِ موسیٰ کی بیضاوی لوح (۲۰"x۱۰") پر یہ کتبہ ہے۔ یہ مزار شاہ سجاول کے قبہ کے مقابل ہے:

آن کریمے کہ بود بحر کرم — کرد رحلت زکہنہ دار فنا
بود مقبول خالقِ اکبر — ماتمش کرد عالم بالا
قدسیان عدم ہمی کردند — سال تاریخ فوت او انشا
گفت رضوان بجلد تاریخش — اے جناب کریم بخش بیا
۱۲۵۲ھ

**عباد اللہ شاہ کا مزار ۱۲۶۰ھ :** سنگِ موسیٰ کی لوح (۱۴"x۱۰") پر یہ کتبہ ہے:

جانشین شاہ ارزاں چوں جنید — یافتہ تا دولت قرب اللہ
گفت سال رحلتش را عبرتی — زین جہاں رفتہ عباد اللہ شاہ
۱۲۶۰ھ

**کتبہ عیدگاہ ۱۲۵۸ھ :** یہ عیدگاہ احاطہ کے اندر پچھم جانب ہے۔ سنگ موسیٰ کی بیضاوی لوح (۱۸"x۹") پر یہ کتبہ ہے:

کعبہ نظیر عیدگہے عرش وسعتے — تعمیر چون خلیفہ شبلی شیم نمود
پرسید عبرتی سن او راز غیب گفت — سن یکہزار و دوصد و پنجاہ و ہشت بود

اس عیدگاہ کے بانی عباد اللہ شاہ تھے۔

**درگاہ کی مسجد ۱۰۷۰ھ :** یہ مسجد درگاہ کے قریب دوسری جانب علیحدہ واقع ہے تعمیر مستحکم ہے اور کتبہ نہایت خوشخط اور خوشنما ہے۔ مسجد کے اندر سورہ اخلاص بھی مکتوب ہے۔ مسجد کے کتبے کی لوح پر (جو سنگ موسیٰ کی ہے) آیات قرآنی کے ساتھ یہ کندہ ہے:

" ان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا

بانی ہذا المسجد العالی دربان نواب عبداللہ خان کتبہ محمد مقیم ولد میر عبدالرسول ۱۰۷۰ھ۔

**شاہ غلام علی کا مزار ۱۳۰۸ھ :** عباد اللہ شاہ کے مزار کے متصل پورب جانب گنبد کے در پر سنگِ موسیٰ کی لوح پر جو پندرہ انچ مربع ہے ۳ اشعار کندہ ہیں۔ گرد آلودہ ہونے کے سبب بعض حروف صاف پڑھے نہیں گئے۔

دریغا کہ شاہ غلام علی ولی . . . . . . . . . . .

تہہ خاک شد جسم پاکش نہاں بے کمل چشم خفی و جلی

رقم کرد شہرت پے سال فوت . . . . . . فاد خلی جنتی

یکم شعبان روز پنجشنبہ ۱۳۰۸ھ۔

**صلابت خان کی قبر ۱۲۲۶ھ :** محلہ عالم گنج میں صدر سڑک سے اتر جانب محلہ پٹھان ٹولی ہے۔ یہاں سابق میں متمول پٹھان رہتے تھے، اور اسی جگہ میواتیوں کا ایک خاندان جو حسن خاں میواتی کی اولاد سے ہے آباد تھا۔ انھیں میں محمد ناہر اول عظیم آباد آکر ہاتھی گھوڑے اور مویشی کی تجارت کرتے تھے، یہ لوگ خانزادے کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان کے اجداد راجپوت راجاؤں کے خاندان سے تھے اور فیروز تغلق کے عہد میں ۷۵۰ھ میں حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی کی تلقین سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ امیر خان وغیرہ جو وہابیوں کے مقدمہ میں ماخوذ ہوئے تھے اور اپنے زمانہ میں سارے ہندوستان میں سب سے بڑے تاجر تھے اسی خاندان سے تھے۔ صلابت وغیرہ کے نام شاہی وقت کے کچھ فرامین واسناد بھی تھے جو غالباً تلف ہو گئے۔ ان کا مقبرہ گلی سے اتر جانب ہے، اور اب بالکل شکستہ حال ہو گیا ہے۔ قبر کا کتبہ جو سنگِ موسیٰ کی لوح پر ہے، فی الحال سراج خاں صاحب کے مکان کے اندر رکھا ہوا ہے۔ ۲۴ انچ لمبا اور پندرہ انچ چوڑا ہے :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شد س آخر چو عہد زندگانی صلابت خاں گذشت از دار فانی

خرد گفت از قلم تاریخ برگو الف بنوشت و دو واندر شش و دو ۱۲۲۶ھ

**نمونیہ سے کھیم دروازہ تک نچلی سڑک (انگلش روڈ) کے اطراف کا حال :** پتھر کی مسجد سے پاؤ میل پورب آکر صدر سڑک کی دو شاخیں ہو گئی ہیں جو کھیم دروازہ میں آکر مل گئی ہیں۔

**نی-لی کا ذکر :** فاہیان نے اپنے سفرنامہ میں راجہ اشوک کا نیلی نامی ایک شہر آباد کرنا بیان کیا ہے۔ فاہیان لکھتا ہے کہ: ''استوپ (جو بدھ کے قدم کے نشان والے وہار کے سامنے تھا) سے تین چار سو قدم اُتر اشوک نے شہر نی۔لی آباد کیا۔ اس میں ایک سنگین پایہ ہے جو تیس قدم سے زیادہ بلند ہے۔ اس کے سرے پر شیر بنا ہوا ہے۔ اس پائے کے کتبے میں نی لی کی تعمیر کا سبب مع سن و روز و ماہ درج ہے۔ گمان ہوتا ہے کہ نمونیہ کے پاس سے سڑک کی دونوں شاخوں کے درمیان جو مثلث ہے شاید اسی جگہ نی۔لی آباد کیا گیا ہوگا۔

**شاہ رستم علی کی قبر ۱۲۳۰ھ :** نچلی سڑک پر چند سو قدم پورب آنے پر داہنی طرف ایک گلی دکھن کو جاتی ہے جو محلہ میر شکار ٹولی کی گلی کہلاتی ہے۔ اسی گلی میں ایک چھوٹی سی جامع مسجد ہے۔ جس کے صحن میں ایک پختہ قبر کے سرہانے سنگِ سیاہ کی لوح (۲۶"×۱۰") پر یہ کتبہ ہے :

'' بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بتاریخ بست و یکم شہر جمادی الاول ۱۲۳۰ ہجری المقدس روز سہ شنبہ گنہگار رستم علی وفات و از برکات روح پر فتوح حضرت شاہ ابوالبرکات قدس سرہ دریں مقام ارام و نجات یافت توقع از پارسایان و ناظران ہمین کہ بہ نظر شفقت جانب مزارم نگرندو بدعائے مغفرت یاد آرند

متاب اے پارسا روازگنہگار | بہ بخشایندگی و روے نظر کن
اگر من ناجوانمردم بکردگار | تو بر من چون جوانمرداں گذر کن

۱۲۳۰ھ

اشھدان لا الٰہ الا اللہ واشھدان محمد عبدہ ورسولہٗ۔

**بغیر نام کا کتبہ ۱۹۲۷ء :** میر شکار ٹولی کے موڑ سے کوئی سو قدم پورب سڑک کے اُتر جانب چھوٹا سا گورستان ہے۔ اس میں ایک قبر پر دو فیٹ لمبی معمولی پتھر کی لوح پر صرف اس قدر عبارت کندہ ہے :

'' تاریخ وفات ۳ نومبر ۱۹۲۷ء یوم پنجشنبہ ''

**ایک نامعلوم شخص کی قبر اور گنبد :** متذکرہ بالا قبر سے پورب تھوڑے فاصلہ پر سڑک سے اُتر ایک قدیم گنبد ہے، جس کے اندر کسی دولت مند آدمی کی قبر معلوم ہوتی ہے کیونکہ پورا تعویذ سنگ موسیٰ کا ترشا ہوا ہے۔ فی الحال گنبد کے گرد کو سُریوں نے کاشت کی حفاظت کے لیے زمین کو کانٹے سے گھیر رکھا ہے۔ اسی جگہ سے ایک راستہ دکھن پچھم شاہ ارزاں کی خانقاہ کو جاتا ہے۔ یہ گنبد بہت قدیم معلوم ہوتا ہے غالباً پٹھان حکمرانوں کے عہد کا ہے۔

**ڈنکے کی املی کی مسجد :** جس گنبد کا اوپر ذکر ہوا اس سے پورب کچھ فاصلہ پر سڑک اتر کنارے

سے لگی ہوئی پست گنبدوں کی مسجد ہے جس میں سنگ سیاہ کی ایک فیٹ لمبی لوح پر یہ کتبہ ہے :

ازکرم کرتم گویدحیرت

۱۱۹۶ھ

برمضان روز جمعہ چوں گلاب — بنا کرد محراب رب الخلیق

چنین ملہم غیب تاریخ گفت — بود مسجد ہمچو بیت العتیق ۱۱۹۶ھ

**ایک اور مسجد :** ڈنکے کی املی والی مسجد کے سامنے دکھن پچھم سمت کو ایک چھوٹی سی شکستہ حال مسجد ہے جس کے کتبے کی آٹھ انچ لمبی اور سات انچ چوڑی لوح پر یہ عبارت ہے :

" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بتاریخ غرہ ربیع الاول سن ۲۹ سامان قوم پاسن اراست مسجد کرد ۔"

**ایک اور نامعلوم قبر اور گنبد :** ڈنکے کی املی والی مسجد کے سامنے دکھن کوئی پچاس قدم کے فاصلہ پر گلی کے اندر ایک قدیم گنبد ہے جو اول الذکر گنبد کے طرز پر بنا ہوا ہے لیکن اینٹوں پر کچھ گچ نہ ہو پایا ۔ اس میں جو قبر ہے کسی دولت مند شخص کی ہوگی ۔ پلاسٹر نہ ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ تعمیر مکمل ہونے سے پہلے ہی بنوانے والے پر کوئی مصیبت آئی جو اس نے اسے نا تمام چھوڑ دیا ۔ عجب نہیں کہ پٹھانوں کی حکومت کے آخری زمانہ میں یہ گنبد تعمیر ہوا ہو اس قسم کے گنبد نواح شہر میں اور بھی ہیں جن کا ذکر اپنے مقام پر کیا گیا ہے ۔

**مدارو مہترانی کی مسجد ۱۲۱۷ھ :** متذکرہ بالا مسجد سے کوئی دو سو قدم پورب راستے کے کنارہ ایک شکستہ مسجد کی دیوار باقی ہے ۔ اس کے کتبے کا پتھر فی الحال مولوی محمد عبیداللہ صاحب ساکن محلہ ڈنکے کی املی کے پاس ہے ۔ اس کی لوح معمولی پتھر کی ایک فیٹ لمبی اور دس انچ چوڑی ہے ۔ اس پر حسب ذیل عبارت کندہ ہے :

" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ۔ تاریخ تعمیر مسجد مدارو مہترانی ہفتم شوال ۱۲۱۷ ہجری ۔"

**شاہ باقر کا تکیہ :** ڈنکے کی املی سے کچھ اور آگے پورب سڑک کے دکھن طرف شاہ باقر کا تکیہ ہے ۔ جہاں چہلم میں تعزیے پہلام ہوتے ہیں ۔ اس سرزمین میں پچھم طرف ایک امام باڑہ اور پورب طرف ایک چھوٹی سی مسجد اور صحن میں متعدد قبریں ہیں ۔ امام باڑہ نہایت شکستہ حال ہو رہا ہے ۔ شاہ باقر صاحب کا سال وفات غالباً ۱۱۷۵ھ یا ۱۱۸۰ھ ہے ۔

خلفائے شاہ باقر ــ شاہ غلام عسکری ــ شاہ صادق حسین ــ خواجہ قادری (وظیفہ خوار ایسٹ انڈیا کمپنی) ــ شاہ وزیر ــ شاہ محمد حسین عرف پیارے صاحب (درویشی کا سلسلہ ان پر ختم ہوا) ــ شاہ جعفر صاحب

(متولی و سجادہ نشین) ـــــ شاہ علی حسین، خود ساختہ متولی۔

**شاہ حمزہ علی کا تکیہ اور مزار ۱۲۳۶ھ:** شاہ باقر کے تکیے سے پورب کوئی تین سو گز کے فاصلہ پر سڑک سے ایک باریک راہ دکھن طرف چلی گئی ہے۔ یہ گلی شاہ حمزہ علی کے تکیے اور مزار تک چلی گئی ہے جو گلی کے پورب طرف کو واقع ہے۔ اول ایک مکان ملتا ہے، جس میں راقم نے کچھ سادھوؤں کو دیکھا اس کے سامنے بلند قبر شاہ حمزہ علی کی ہے۔ سرہانے ایک گز لمبی اور نصف گز سے کم چوڑی سنگ موسیٰ کی لوح پر یہ کتبہ ہے:

الف اللہ کل من علیہا فان

| | |
|---|---|
| عاشق حق مجرد و آزاد | شاہ حمزہ علی پاک وجود |
| چون ز مولا صدائے عشق شنید | در رہِ وصل کام ذوق کشود |
| بود در جستجوئے تاریخش | سر فرو بردہ احمدِ بے بود |
| از لب یاس گفت ہاتف غیب | بردہ بستر بدرگہ معبود ۱۲۳۶ھ |

اس قبر کے گرد اور بھی متعدد قبریں ہیں، لیکن ان پر کوئی کتبہ نہیں ہے۔ نچلی سڑک سے اتر ایک گلی عید گاہ سیف خاں کی طرف جاتی ہے اور محلہ صادقپور شروع ہوتا ہے۔ پٹنہ میونسپلٹی کا دفتر سڑک سے دکھن واقع ہے۔

**عید گاہ سیف خان ۱۰۳۸ھ:** صادق پور اور گلزار باغ کے درمیان جس جگہ پر سڑک سے دکھن شاہ حمزہ کے تکیے کا راستہ ہے۔ اسی کی دوسری جانب ایک راستہ اتر کو جاتا ہے جو گلزار باغ میں افیون گدام کے قریب بڑی سڑک سے مل گیا ہے۔ نصف راستہ طے کرنے پر پچھم جانب بلند چبوترے پر نواب سیف خان حاکم صوبہ کی بنوائی ہوئی عید گاہ ہے جو شہر میں مشہور و معروف مقام ہے۔ عید گاہ کے پچھم جانب دس فیٹ بلند دیوار ہے، اور باقی تین طرف ریختہ کے پایوں میں لوہے کی سلاخوں سے احاطہ بنا لیا گیا ہے۔ دیوار میں دو فیٹ لمبی اور ڈیڑھ فیٹ کے قریب چوڑی سنگ موسیٰ کی لوح پر یہ کتبہ ہے:

۷۸۹

| | |
|---|---|
| شکر ایزد این بنائے دلکشا و بے نظیر | شد بعہد ثانی صاحب قران شاہ جہان |
| شاہ خم ہمت شہاب الدین محمد بادشاہ | آنکہ حکمش را مسخر شد زمین و آسمان |
| سیف خان آن داور دانا دل والا شکوہ | شد بتوفیق الٰہی بانی این فرش مکان |
| زینت روحان فزا ترا زہوائے باغ خلد | وسعت او دلکشا ترا زحیات جاودان |
| چون عطائی خواست تاریخ بنایش گفت دل | دائما باد ابنائے عید گاہ سیف خان ۱۰۳۸ھ |

سابق میں اس عیدگاہ کے گرد وسیع زمینیں تھیں اب لوگوں نے کسی طرح قبضہ کر کے مکانات بنا لیے ہیں اور اتر اور پچھم جانب جو تھوڑی زمین رہ گئی ہیں انمیں بھی متعدد قبریں ہیں۔ ان میں چار قبروں پر کتبے بھی لگے ہوئے ہیں۔ ایک قبر حافظ منیر خاں صاحب الہ آبادی کی ہے جنھوں نے ۷، فروری ۱۸۹۵ء کو انتقال کیا۔ دوسری قبر حاجی عبداللہ کی ہے جنھوں نے ۱۲۵۵ھ میں انتقال فرمایا۔ تیسری قبر نواب علی خاں کی ہے جو ۱۲۲۰ھ میں دریا میں غرق ہو کر مرے۔ چوتھی قبر حاجی یدھیلی میاں ساکن موضع سہر اضلع گیا کی ہے جنھوں نے ۲۲ رمضان ۱۲۵۲ھ کو انتقال کیا۔ اور قبروں پر کوئی کتبہ نہیں ہے۔

**عدالت کے احاطہ میں میجر ناکس کی قبر ۱۷۶۴ء:** لان سے کوئی چوتھائی میل پورب شاہراہ سے اتر جانب عدالت کا احاطہ ہے۔ اس کے اندر پورب اور اتر کونے میں گنگا کے کنارے سے قریب ایک بلند پایا بنا ہوا ہے جو دس فیٹ مربع چبوترے کے اوپر ہے پائے کی بلندی تیس فیٹ سے کم نہیں، اوپر جا کر نوکدار بنا ہوا ہے۔ اس میں پچھم جانب سیاہ پتھر پر جو تخمیناً چار فیٹ مربع ہے انگریزی میں یہ عبارت کندہ ہے۔ پتھر پلاسٹر کے اندر جمایا ہوا ہے۔ کسی شریر نے اس کو توڑ ڈالا ہے۔ دو جگہ شق ہو گیا ہے۔

Here lays deposited theEarthlyremains of Rand furlic Knex who after having lived many years in the military service of the united East India Company, universally esteemed and belóved, died on 28th day of June 1764, aged 34 years. As universally lamented.

Reader, whatever the principle of their religion, many form their life after his example. So shall the pious tear never be wanting to be shed to thine as to his memory.

عدالت کے پھاٹک کے قریب ہی پچھم جانب بھی کچھ قبریں انگریزوں کی ہیں اور ان کے علاوہ پھاٹک کے سامنے سڑک کے دکھن جانب انگریزوں کا گورستان ہے۔ ایک پادری نے اس کا حال ایک کتاب کی صورت میں لکھا ہے۔ اس میں مفصل حالات ہیں۔

**شاہ کالے کا مقبرہ ۱۱۲۴ھ:** صادقپور کی مشرقی حد پر سڑک کے اتر جانب ایک مقبرہ ہے۔ جس کے گرد خوشنما احاطہ ہے۔ صحن کے بیچ میں ایک بڑے گنبد کے اندر شاہ کالے کی قبر ہے۔ گنبد کے جنوبی دروازہ کے اوپر ایک سیاہ پتھر پر جو دو ہاتھ کے قریب لمبا اور نصف ہاتھ چوڑا ہے نستعلیق میں یہ اشعار کندہ ہیں۔

شاہ کالے حبیب یزدانی     یافت نعمت ز مرتضیٰ ثانی
گفت رزاق سال تاریخش     کو محب اتیت ربانی
۱۱۲۴ھ

اتیت سنسکرت زبان کا لفظ ہے جس کے معنی فقیر یا جوگی کے ہیں۔

## لان کے موڑ سے گلزار باغ تک:-

**لان کی مسجد ۱۲۵۸ھ:** لان یعنی پر فضا میدان کے پورب اتر کونے پر سڑک کے دکھن کنارے سے لگی ہوئی پہلی عمارت بھی مسجد ہے اس کے اندر بیچ کے محراب پر لوح پر یہ کتبہ ہے:

ھو الغفار
بسم اللہ الرحمن الرحیم
الٰہی انظر ذنوبنا بحرمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ اکبر
دو برادر بہ نیت صادق
کرد بنیاد خانہ طاعت
پے تاریخ او دل مشتاق
رفت در بحر فکر یک ساعت
بہر توحید داد عطف فگند
گفت تعمیر جمن و ہمت
۱۲۵۸ھ تعمیر جمن وہمت حجام

محمداً عبدہ و رسولہ
اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان
بسم اللہ الرحمن الرحیم

**ماں بی بی کی مسجد ۱۲۱۲ھ:** عدالت کے احاطہ سے کوئی سو قدم پورب سڑک کے دکھن جانب یہ مسجد ہے۔ سابق میں کیٹنگ صاحب کا بنگلہ اسی کے پاس تھا۔ مسجد کے بیچ والے در کے اوپر معمولی پتھر کی لوح پر یہ کتبہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ تعمیر ساخت بی بی ماں فی ۱۲۱۲ھ ہزار و دو صد و دوازدہ ہجری۔"

مسجد سے دکھن ایک چھوٹا سا امام باڑہ بھی ہے۔

**بی بی ماں کی قبر ۱۲۲۵ھ:** بی بی ماں کی قبر مسجد کے صحن سے لگی ہوئی پورب جانب ہے۔ اس کا

کتبہ فی الحال مسجد کے چبوترے کی دیوار میں لگا دیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عفی چون مان بی بی خلق را کرد از سخائے خود — بسے نعم البدل بنمود حاصل از خدائے خود
پے تعزیت آل عبا مصروف بود از جان — بمن آن در فردوس بکشاد از برائے خود
ز بس اعمال نیکو گشتہ زو صادر از ان دریافت — غریق بحر عفران خدا سرتا بپائے خود
بروز پنجشنبہ کان ز شعبان بود بردہ دو — برفت از دہر فانی در بہشت دلکشائے خود
پے تاریخ و سال رحلتش زینگونہ رضوان گفت — بگلزار عدن بنمود بی بی مان جائے خود

**مراد پور:** اسپتال کے احاطہ میں اتر جانب ایک پختہ قبر ہے جو شاہ مراد یا مرزا مراد کی قبر کہی جاتی ہے۔ غالباً صاحب قبر کے نام سے سارا محلہ موسوم ہو گیا ہے۔ یہ کون شخص تھے، صحیح معلوم نہیں اور قبر پر کوئی کتبہ بھی موجود نہیں لیکن گمان ہے کہ یہ مرزا رستم صفوی کے بیٹے مرزا مراد کی قبر ہے واللہ اعلم۔ مرزا رستم صفوی ۱۰۲۶ھ (۱۶۲۰ء) میں بہار کے صوبہ دار تھے۔ ان کا حال راقم کی تاریخ "گدہ" میں مذکور ہے۔

**خدابخش لائبریری:** اسپتال کی عمارتوں سے پورب سڑک کے اتر طرف اس کتب خانہ کی عمارت ہے۔ یہ کتب خانہ اورینٹل پبلک لائبریری کے نام سے موسوم ہے اور نہ صرف ہندوستان بلکہ ساری دنیا میں قلمی کتابوں کا ایک نادر ذخیرہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ قرطبہ (اندلس) میں عربوں کی بربادی کے بعد جو کتب بچ رہی تھیں ان میں سے ایک نادر کتاب کا اصلی نسخہ اب صرف اسی کتب خانہ میں موجود ہے۔ دیوان حافظ کا ایک نسخہ جس پر سلاطین مغلیہ کے دستخط ہیں اس کتب خانہ میں موجود ہے۔ شہنشاہ جارج پنجم نے بھی ۱۹۱۱ء میں اس پر اپنا دستخط بطور یادگار ثبت کیا ہے۔ یہ لائبریری دنیا میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔

**مراد پور کی مسجد ۱۲۳۳ھ:** بی بی منون کی بنوائی ہوئی ہے۔ محلہ مراد پور میں سڑک سے لگی ہوئی دکھن جانب یہ مسجد ہے۔ حال میں لوگوں نے اسکی مرمت بھی کرائی ہے
بیچ کے در کے اوپر معمولی قسم کے پتھر پر جو ایک ہاتھ کے قریب چوڑا اور ڈیڑھ ہاتھ سے کچھ زیادہ لمبا ہے یہ کتبہ ہے:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

مسجدے عالی بنا کردہ تمام — بی بی منون خانم فرزانہ
گفت دل تاریخ از بہر رسول — پاک بنیادے عبادت خانہ
۱۲۳۳ھ

مسجد کے اندر بھی پیش نماز کی جگہ کے سامنے محراب میں سنگ مرمر کی لوح پر لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کندہ کیا ہوا ہے۔

**حمام کا کتبہ ۱۲۴۹ھ:** ہندوستان کے مشہور و معروف نادر کتب خانہ (اورینٹل پبلک لائبریری) میں ایک کتبہ رکھا ہوا ہے، جو سابق میں غالباً محلہ حمام پٹنہ سٹی میں کسی جگہ لگا ہوا تھا۔ اس کی عبارت یہ ہے:

"محمد بخشی خان ابن علی قاسم خان بہادر مغفور بماہ ربیع الاول ۱۲۴۹ھ حمام سنگی تعمیر کرد۔"

دیوان محلہ اور گُرہٹہ کے درمیان جو آبادی محلہ حمام کہلاتی ہے سابق میں یہاں کوئی حمام تھا۔ اب اس کی یادگار اس محلہ کا نام اور کتبے کا پتھر ہے جو لائبریری میں رکھا ہوا ہے۔

**پٹنہ کالج اور یونیورسٹی کے مکانات:** کتب خانہ (خدا بخش لائبریری) سے کوئی سوڈیڑھ سو گز پورب سڑک کے اتر جانب پٹنہ کالج کی عمارت شروع ہوتی ہے اور اس جگہ سے ایک راستہ اتر گنگا کے کنارے تک چلا گیا ہے، جہاں مہاراجہ دربھنگہ کے مکانات بھی ہیں۔

پٹنہ کالج کی عمارت کے بعد یونیورسٹی کی عمارت کا سلسلہ انجینرنگ کالج تک چلا گیا ہے۔

**مدرسہ شمس الہدیٰ کی مسجد ۱۳۳۰ھ:** یونیورسٹی کی عمارت جس جگہ ختم ہوتی ہے، اس سے کچھ دور پورب سڑک کے دکھن جانب مدرسہ شمس الہدیٰ کی عمارتیں ہیں اور ان کے دکھن پچھم اس مدرسے کی مسجد بھی ہے۔ مدرسہ اور اس کی مسجد کی تعمیر کا حال اس کتبے میں مذکور ہے:

۷۸۶

| | |
|---|---|
| حاجی حرمین از فیض نبی | سید نورالہدیٰ سی۔آئی۔ای |
| مرحبا افضالِ حق بر حال او | حنفی و ہم عامل امر و نہی |
| عمر ہا بگزاشت در انصاف خلق | قاضی القضاۃ دور انگلشی |
| جائداد و مال و کل املاک خویش | کرد وقف راہِ مولائے غنی |
| ساختہ دارالعلوم دین پناہ | چشمہ فیض نبیٔ البطحی |

۱۳۳۰ھ

| | |
|---|---|
| طالبان دین و دنیا را دہد | درس دین علم و فنون مغربی |
| از برائے طاعت معبود کرد | مسجدے تعمیر با صد خرمی |
| بخشد عمر خضر حتی لایموت | نام روشن گرددا زمہہ تاماہی |
| نور عین بدر بنیادش نہاد | نائب سجادہ محی دین ولی |

کمترین بندۂ احمد ظہور ۔ کرد در تعمیر بس بالا دوی
سال بنیادش زہجری آشکار ۔ نور مسجد خانۂ ربّ قوی ۱۲۲۰ھ

**انجینیرنگ کالج :** سابق میں انجینیرنگ اسکول تھا اب کالج ہوگیا ہے۔ جس جگہ اس کی عمارتیں ہیں۔ سابق میں یہ جگہ افضل گنج کہلاتی تھی۔ افضل خاں پسر علامہ ابوالفضل نے اپنی صوبہ داری میں یہاں ایک باغ اور مکان آراستہ کیا تھا اور انھیں کے نام سے یہ محلہ موسوم ہوا۔ فرخ سیر کی تاجپوشی اسی جگہ ہوئی تھی۔ اس سے متصل جو آبادی ہے محلہ گولک پور کہلاتی ہے۔

**گولک پور کی مسجد :** مقامی روایات اور مسجد کے کتبے سے معلوم ہوتا ہے کہ سابق میں اس جگہ کوئی اور مسجد تھی جس میں فرخ سیر نے نماز پڑھی تھی۔ مسجد کے گر جانے پر ۱۲۴۸ھ میں موجودہ مسجد تعمیر کی گئی جو چھوٹی اور معمولی قسم کی عمارت ہے۔ اس کے کتبے کی عبارت یہ ہے :

کرد احیا چو ذوالفقار علے دوستدار علی امام ھدیٰ
مسجد شادمان را کہ دراو کرد فرخ سیر نماز ادا
بانگ زد سال حیی بلال دلم ساز آباد خانۂ تقوی ۱۲۴۸ھ

**غلام علی کی مسجد ۱۲۵۸ھ :** گولک پور میں یہ دوسری مسجد تھی اب منہدم ہوگئی ہے۔ کچھ آثار باقی ہیں۔ اس محلہ میں جا بجا مسلمانوں کی پختہ قبریں بھی ہیں۔

مسجدے خادم علی کردہ بنا کان پسند چشم ہر کس آمدہ
از خرد جستم چو تاریخش بگفت ثانی بیت المقدس آمدہ ۱۲۵۸ھ

**تاجو کی مسجد ۱۱۱۴ھ :** محلہ سلطان گنج میں ایک پرانی مسجد ہے۔ اس کے کتبے کی عبارت پوری پڑھی نہ گئی، تاہم اس قدر واضح ہے :

شیخ بدری . . . . . تاجو نام . . . . . . . . . . . . .
مسجدے ساخت ہمچو بیت حرام گفت ہاتف زغیب ایدبنام ۱۱۱۴ھ

**۱۲۸۲ھ کی مسجد :** اسی محلہ کے قریب ایک دوسری مسجد ہے، جس کے کتبے کی عبارت یہ ہے

حسین بخش زہے خوش خصال نیک اعمال بنائے مسجد نو ساخت است مردانہ
خوش است مصرعہ طیب بسال تاریخش چو کعبہ قبلہ زبہر نمازی این خانہ ۱۲۸۳ھ

**پتھر کی مسجد ۱۰۲۶ھ :** شہر میں مشہور و معروف مسجد ہے۔ اس مسجد کے سبب پورا محلہ پتھر کی مسجد کہلاتا ہے۔ مسجد سڑک سے لگی ہوئی اتر جانب ہے۔ گورنمنٹ گزیٹر اور بعض رسالوں میں غلطی سے اس کو شاہزادہ پرویز کی بنائی ہوئی مسجد لکھ دیا ہے، لیکن دراصل یہ مسجد شہزادہ پرویز کے زمانے میں نظر بہادر خویشگی نے جو شاہجہاں کے عہد میں بھی شاہی امرا میں تھے بنوائی تھی۔ شاہزادہ پرویز ۱۰۲۰ھ سے ۱۰۳۴ھ تک حاکم صوبہ تھا (۱۶۲۱ - ۱۶۲۴ء) اس نے ۱۰۳۵ھ میں برہانپور میں انتقال کیا جو جہانگیر نامہ صفحہ ۲۵۲ میں بھی مذکور ہے یہ کتبہ اسکے انتقال کے بعد لگایا گیا۔

مسجد کے بیچ والے در کے اوپر ۲۱×۲۶ انچ کے سنگ سیاہ کی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے :

لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

| | |
|---|---|
| در عہد نور چشم جہانگیر بادشاہ | پرویز شاہ عادل و باذل بعقل و رائے |
| کیخسرو زمانہ و جمشید سلطنت | بر تخت مملکت چو سکندر جہاں کشائے |
| کرد ایں بنائے خاص نظر خویشگی کہ ہست | در پیروی شرع محمد چو کوہ پائے |
| معمار ساخت قلعہ جھولی و بتکدہ | وز سنگ و چوب بتکدہ شد ایں نکو بنائے |
| کردم سوال سال بنائش ز پیر عقل | گفتا بگو خرامی خیر المقام جائے ۱۰۲۶ھ |

کتبے کے گرد جو پتھر لگے ہوئے ہیں، ان کا رنگ سیاہ و بادامی ملا ہوا ہے۔ جھولی ضلع گورکھپور میں ہے جو تاریخ آئینہ اودھ صفحہ ۲۶۹ میں بھی مذکور ہے۔ یا شاید اس نام کی کوئی اور جگہ ہو۔

**موہن ڈفالی کی مسجد ۱۲۶۳ھ :** پتھر کی مسجد سے پورب کوئی سو گز کے فاصلہ پر راستے سے لگی ہوئی اتر جانب ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس کی چھت کا کچھ حصہ خام اور کچھ پختہ ہے بیچ کے در پر ۸×۱۱ انچ سنگ سیاہ کی لوح پر یہ کتبہ ہے :

اللہ اکبر

| | |
|---|---|
| بجد و جہد چو تعمیر کرد مسجد خام | نکو سرشتہ موہن زن ربانہ ساز |
| بگفت سال بنائش ز روئے دل فرحت | بیا بمسجد حق باادب نماز گذار (اتعمیہ عدد ۱۲۶۳ھ) |

(لفظ گذار کو ذال معجمہ سے لکھا ہے اور اس کے عدد سات سو شمار کیے ہیں۔)

**ترپولیہ :** پتھر کی مسجد سے کوئی تین سو گز پورب ترپولیہ کی عمارت ہے۔ یہ نوبت خانے کے طور پر سہ منزلہ عمارت تھی، جس کے محراب کے نیچے راستہ ہے۔ مرمت نہ ہونے کے سبب اب خراب حال ہے۔ اس کے کچھ

متعدد پختہ قبریں اور ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس کے دوسری جانب زنانہ اسپتال ہے۔ ترپولیا کے معنی تین دروازوں کے ہیں
اس میں ایک دروازہ بڑا بیچ میں ہے جو صدر راستہ ہے اور دو دروازے اس کے دونوں جانب ہیں۔

**ایک انگریز کی قبر ۱۸۲۰ء :** ترپولیے سے چند سو گز پورب محلہ عالم گنج میں اہل حدیث کی مسجد کے دکھن جانب ایک قبر کی لوح پر یہ انگریزی کتبہ ہے :

"TO THE MEMORY OF JACOB SHAVIER WHO DEPARTED THIS LIFE ON THE 17 SEPTEMBER 1820 AGED ABOUT 60 years. HE WAS AN OLD INHABITANT AT THIS STATION AND WAS REWARDED WITH LIFE PENSION FROM THE BRITISH GOVERNMENT FOR HIS LONG AND FAITHFUL SERVICES AS HEAD CLERK IN THE PATNA CUSTOM HOUSE. HIS LOSS WAS DEEPLY FELT BY HIS DEAR RELATIONS AND FRIENDS AND AMIABLE DISPOSITION GAINED HIM. THE ESTEEM OF ALL WHO KNEW HIM. THIS TABLET IS DEDICATED BY HIS CHILDREN IN MEMORY OF HIS UNCOMMON MERIT.

**حاجی چاند کی مسجد ۱۰۵۶ھ :** عالم گنج سے پورب محلہ کرنیل گنج ہے۔ سڑک سے اتر جانب حاجی چاند کی مسجد ہے، جو مرمت نہ ہونے کے سبب خراب حال میں ہے اس کے احاطہ اور صحن میں لوگوں نے دکان اور مکان بنا کر راستہ مسدود کر دیا ہے۔ بہر کیف مسجد کے اندر چار فیٹ لمبی اور ڈیڑھ فیٹ چوڑی سنگ موسیٰ کی لوح پر نہایت خوشخط کتبہ ہے، جس کی عبارت اس طور پر ہے :

| الله محمد ابوبکر، عمر، عثمان، علی | لا اله الا الله محمد رسول الله | الله محمد ابوبکر، عمر، عثمان، علی |
|---|---|---|
| یافتہ عمر ابد ہر کہ بدہر | | معنوی از پے تاریخ بنائش |
| داد جود و کرم از دانش داد | | چوں کماں خم شدہ میکرد اعداد |
| زیں سبب کرد بنا حاجی چاند | | آخر الامر یکے افزوں یافت |
| مسجدے تا اثرش ماند یاد | | لقعہ خیر ہمیں باد آباد |

بانی ھذا المسجد العالی حاجی چاند شایستہ خانی کتبہ عبدالرسول الحسنی الف وخمسین وستہ سنہ ۔ ۱۰۵۶ھ

**بی بی لطیفا کی قبر کا کتبہ ۱۲۷۶ھ:** حاجی چاند کی مسجد کے اندر ایک ہاتھ لمبی اور ایک فٹ چوڑی سنگ موسیٰ کی لوح رکھی ہوئی ہے، جس پر یہ اشعار کندہ ہیں ۔ غالباً صحن مسجد میں جو قبریں ہیں انھیں میں سے کسی قبر کی لوح ہوگی:

چو رفتہ سیدہ بی بی لطیفا — سوئے باغ ارم با صد تاسف

بختم عبرتی سال وفاتش — سوئے خلد بریں شد گفت ہاتف ۱۲۷۶ھ

**گلزار باغ میں اثنا عشریہ کی مسجد ۱۲۶۱ھ:** کرنیل گنج سے چند سو قدم پورب سڑک کے دکھن کنارے پر ایک بلند مسجد ہے۔ طرز تعمیر میں کوئی خاص بات قابل ذکر نہیں۔ مسجد کے بیچ والے در کے اوپر پتھر کی ڈیڑھ ہاتھ لمبی اور پندرہ انچ چوڑی لوح پر ناظر وزیر علی عبرتی کا لکھا ہوا یہ قطعہ تاریخ کندہ ہے یہ کتبہ سڑک سے بھی نظر آتا ہے: ۷۸۶

آں مسجدے کہ بہر سجود نمازیاں — اول علی عظیم بنائیش نہادہ بود

از ہم شکست مثل دل حضرت بلال — چوں فرق ساجدہ ریز بخاک دفتادہ بود

بار دگر چو میر سعادت علی بہ دہر — بہر درستیش کف ہمت کشادہ بود

از امراو غلام حسین خوش اعتقاد — تعمیر آں بطرز خجستہ نہادہ بود

جنبر خانہ خدا حسن تعمیر زیر چرخ — در گوش عبرتی نہ ز ہاتف فتادہ بود ۱۲۶۱ھ

**شیخ تیغ علی کی مسجد ۱۲۵۵ھ:** مذکورہ بالا مسجد کے قریب سڑک کے اتر جانب شیخ تیغ علی کی مسجد ہے۔ اس کے بیچ کے در کے اوپر سنگ سیاہ کی لوح پر یہ کتبہ ہے:

اللہ کافی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدائے پاک تر اللہ اکبر — چراغ مسجد و محراب منبر

محمد مصطفیٰ بر حق پیمبر — ابوبکر و عمر عثمان و حیدر

انما یعمر مساجد اللہ من امن باللہ والیوم الاخر واقام الصلوٰت واتی الزکوٰت ولم یخش الا اللہ من بنی للہ مسجداً فلہ الجنۃ ۔ ابوبکر، عمر، عثمان، علی خلیفہ رسول اللہ رضوان اللہ علیھم ۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

| | |
|---|---|
| ابوبکر و عمر و عثمان و علی | شیخ تیغ علی زبہر خدا |
| بعد پیغمبر خلیفہ چار شد | کرد مسجد بنا بہ مہر خدا |
| بوحنیفہ شافعی ہم حنبلی | سال تاریخ او ہمی جستم |
| احمد مالک امام چار شد | بیت بالخیر شد زغیب ندا |

۱۲۵۵ھ

**بی بی مدار بخش کی قبر ۱۲۵۸ھ:** افیون گدام کا احاطہ جس میں فی الحال گورنمنٹ پریس اور سروے آفس وغیرہ ہے، اس کے پچھم جانب احاطہ سے لگی ہوئی ایک مسجد ہے۔ اس کے صحن میں دکھن جانب ایک تختہ قبر پر سنگ سیاہ کی چودہ انچ لمبی اور آٹھ انچ چوڑی لوح پر یہ کتبہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ - ۱۲۵۸ھ - بی بی مدار بخش

| | |
|---|---|
| ہر گیاہے کہ از زمین روید شد | وحدہ لا شریک لہ گوید |

**شاہ عالم بادشاہ کی جلوس گاہ:** افیون گدام کے وسیع احاطہ کے اندر بہت سے مکانات ہیں ان میں اتر اور پچھم گنگا کے کنارے ایک وسیع کمرہ ہے۔ اسی کمرہ میں میر قاسم علی کی صوبہ داری کے زمانہ میں شاہ عالم نے انگریزوں کی استدعا پر جلوس کیا تھا اور صوبہ کے بعض معاملات طے پائے تھے جس کی تفصیل راقم نے تاریخ مگدھ میں درج کی ہے۔

**پیر بخش کی مسجد ۱۲۶۵ھ:** افیون گدام کے احاطہ کی مشرقی حد کے قریب صدر راستہ دکھن کو مڑ گیا ہے اور اسی جگہ پر پٹنہ سٹی سب ڈویزن کی کچہری ہے۔ (اسی مقام سے ایک راستہ پورب کو نوذر کٹرہ سے خواجہ کلاں گھاٹ تک ہے۔) صدر سڑک پر فوجداری کچہری سے کوئی دو سو قدم آگے پچھم جانب ایک بلند مسجد ہے جس کے بیچ کے در پر سنگ سیاہ کی لوح میں یہ عبارت کندہ ہے:

| | |
|---|---|
| یافت چوں مسجد خجستہ بنا | اختتام از ید پیمبر بخش |
| خامہ تاریخش از سر برکات | زد رقم مسجد پیمبر بخش |

۱۲۶۵ھ

جنوری ۱۹۳۴ء کے شدید زلزلہ میں یہ مسجد گر گئی تھی مسلمانوں نے اس کو پھر درست کر لیا ہے۔ اس مسجد سے چند سو گز آگے دکھن جا کر پچھم دروازہ ملتا ہے۔

**محلہ نوذر کٹرے سے خواجہ کلاں گھاٹ تک:-** گلزار باغ کی انگریزی کوٹھی (جو افیون گدام کے نام سے مشہور ہے) کے احاطہ کے پورب دکھن کونے کے قریب سے ایک راستہ پورب کو چلا گیا ہے اسی سے

سو قدم کے اندر رہی دکھن جانب سڑک سے لگی ہوئی ٹکیہ شاہ کی قبر اور اتر جانب کچھ فاصلہ پر گنگا کے قریب لوذر کرہ کا امام باڑہ ہے۔

**ٹکیہ شاہ کی قبر ۱۲۵۷ھ:** گلی کے دکھن جانب ایک چھوٹے سے تختہ احاطہ میں ٹکیہ شاہ کی قبر ہے جس کے سرہانے ترشے ہوئے پتھر کی ۱۴ انچ چوڑی اور بیس انچ لمبی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

"کل من علیھا فان و یبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام

| | |
|---|---|
| جہاں ہمچو نے چوں ننالد ز غم | نہ خیزد ز دلہا چرا دود آہ |
| کہ مجذوب حق شاہ ٹکیہ گذشت | گلستان جنت شدش خوابگاہ |
| کرامات او شہرت عالم است | بریں عالمے را بیارم گواہ |
| چو شب تیرہ بودش تن از خاکدان | ولیکن دلش بود روشن چو ماہ |
| ملائک پے سال رحلت بعرش | نوشتند مجذوب عشق الٰہ |

سابق میں اس راستہ میں ایک کھڑکی لگی ہوئی تھی جس سے انگریزی فوج کے سپاہی قلعہ میں چلے آیا کرتے تھے۔ ۱۷۶۳ء میں مسٹر ایلس نے میر قاسم عالیجاہ کو لکھا کہ یہ راستہ بند کر دیا جائے۔ بالآخر یہ قصہ اس قدر طول ہوا کہ نوبت بہ جنگ پہنچی۔

**حسینی بیگم کی قبر:** ٹکیہ شاہ کی قبر کے سامنے راستہ سے پورب جانب ایک چھوٹی مسجد ہے اس کے صحن میں ایک قبر کے سرہانے ۱۲ انچ لمبی اور ۱۶ انچ چوڑی پتھر کی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

| | |
|---|---|
| بگور آمد حسینی بیگم افسوس | کفن گشتہ نقابِ روئے زیبا |

چونکہ لوح کا باقی حصہ مٹی سے چھپ گیا ہے اس لیے معلوم نہ ہو سکا کہ اور بھی کچھ عبارت ہے یا نہیں۔ مٹی ہٹا کر دیکھنے سے اس کا پتہ مل سکتا تھا لیکن اس میں قباحت نظر آئی۔

**مسماۃ جعفری کی قبر ۱۹۰۳ء:** ٹکیہ شاہ کی قبر سے کوئی چار سو قدم پورب ایک گلی دکھن جانب کو گئی ہے جو باغ پالو میں شامل ہے۔ اسی گلی سے پچھم جانب باغ پالو کا گورستان ہے۔ اس میں متعدد پختہ قبریں ہیں۔ اکثر قبریں گھاس اور جھاڑیوں سے چھپ گئی ہیں۔ گورستان میں کسیقدر اتر جانب ایک قبر پر معمولی پتھر کی ایک فٹ چوڑی اور سولہ ۱۶ انچ لمبی لوح ہے اس میں بدقت اتنی عبارت پڑھی گئی:

"مسماۃ جعفری بیگم بنت سید باقر حسین ۱۹۰۳ء" باقی عبارت نہیں پڑھی گئی۔

**دولی گھاٹ میں بی بی مخدومن کی مسجد ۱۳۰۶ھ:** تکیہ شاہ کی قبر سے تقریباً چار سو گز پورب ایک مندر کے پاس سے ایک گلی اتر دولی گھاٹ کو جاتی ہے۔ اسی گلی میں کوئی دو سو قدم جاکر پورب جانب ایک مسجد ہے۔ جس کے بیچ کے در کے اوپر باہر جانب سنگ مرمر کی ایک مربع لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

"اللہ اکبر۔ حاجیہ سیدہ مسماۃ بی بی مخدومن در ۱۳۰۶ھ تعمیر مسجد نمود۔"

**امین الدولہ عزیز الملک علی ابراہیم خان بہادر نصیر جنگ کی مسجد ۱۲۰۰ھ:** پشتہ دولی گھاٹ میں لب دریا ایک چھوٹی سی مسجد ہے اس کے بیچ کے در کے اوپر ایک فیٹ چوڑی اور سوا فیٹ لمبی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

"ھو الاحد۔ در سنہ یکہزار دو صد ہجری امین الدولہ عزیز الملک علی ابراہیم خان بہادر نصیر جنگ تعمیر نمود۔"

**شیش محل کی مسجد ۱۱۹۰ھ:** جس چوراہے سے گلی دولی گھاٹ کو گئی ہے اسی جگہ سے کوئی پچاس گز پورب سڑک کے دکھن جانب ایک پرانی مسجد ہے۔ اس کے اندر مغربی دیوار میں سنگ موسیٰ کی دو فیٹ لمبی اور تیرہ انچ چوڑی لوح پر حسب ذیل عبارت کندہ ہے (غالباً دو لوحوں کو جوڑ کر لگایا ہے) اس محلہ کو شیش محل اس لیے کہتے ہیں کہ سابق میں یہاں ایک محل تھا جس کے کواڑوں میں شیشے بکثرت لگے ہوئے تھے۔

| حیدر علی بخش مد اللہ ظلال الکرام | بسم اللہ الرحمن الرحیم | از حضرت شاہ |
|---|---|---|
| | کرد بیت اللہ بناء دلخواہ ما | سید ابراہیم عالیجاہ ما |
| | بیت ابراہیم بیت اللہ ما | مصرعہ دلخواہ را کردم رقم |
| سنہ ۱۱۹۰ھ | ذالک مقام ابراہیم | ایضاً منہ |

۱۱۹۰ھ

اسی مسجد کے دو کتبے اور ہیں جو مسجد کی بے مرمتی کے سبب فی الحال گنگھیا ٹولہ میں شاہ غلام یحییٰ کی مسجد کے صحن میں رکھوا دیئے گئے ہیں۔ ان کی لوحیں بھی سنگ موسیٰ کی ہیں اور ناپ میں بھی اوپر والی لوح کے برابر ہیں۔ دونوں کتبوں کی نقل حسب ذیل ہے:

| قائلہ غلام یحییٰ | بسم اللہ الرحمٰن الرحیم | کاتبہ محمد علی |
|---|---|---|
| در ابجد | مسجد ابراہیم از عنایات کریم آباد باد | سنہ ۱۱۹۰ھ |

(اس پتھر کی پشت پر بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے)

| در بیانات | ذالک المسجد کمسجد الحرام | سنہ ۱۱۹۰ھ |
|---|---|---|
| در ابجد و بیانات | مسجد ابراہیم در جہ وارد بکعبہ ابراہیم | سنہ ۱۱۹۰ھ |

**بانی مسجد میر ابراہیم کی قبر ۱۱۹۹ھ:** بانی مسجد میر ابراہیم کی قبر کس جگہ پر واقع تھی اب اس کا پتہ ملنا دشوار ہے۔ مسجد کے قریب بھی کچھ قبریں ہیں، لیکن میر ابراہیم کی قبر کا کتبہ فی الحال شاہ غلام یحیٰ کی مسجد کے احاطہ میں رکھا ہوا ہے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ قبر ہائی کورٹ کے قریب سررشتہ آباد میں تھی اور بعضوں کے خیال میں شیش محل کی مسجد کے پاس تھی۔ بہرکیف کتبہ کی لوح دو فیٹ لمبی اور ۱۳ انچ چوڑی سنگِ موسیٰ کی ہے اور اس کی عبارت حسب ذیل ہے:

در شب ہفتم ماہ شعبان — مرشد کامل ازین عہد کہ رفت

گفت تاریخ دل از روئے جمل — بود یک قطب درین عہد کہ رفت

تعمیہ جیم جمل از غلام یحیٰ۔ ۱۱۹۹ھ در جمل یعنی ابجد۔ سال انتقال پیر و مرشد حضرت میر ابراہیم ۱۱۹۹ھ در بیانات

بہار واڑیسہ ریسرچ سوسائٹی کے پرچہ جلد ۶ نمبر ۳ میں تالیس نمبر میں یہی کتبہ درج ہے لیکن اس کی تاریخ کو غلط قرار دیا ہے اور رجیم جمل کو بھی "جیم" جمل لکھ دیا ہے۔ حقیقتاً اس کی تاریخ میں کوئی غلطی نہیں بلکہ نقل کرنے میں خود محرر نے آخر مصرعہ میں لفظ یک کو سہواً چھوڑ دیا ہے جس سے تیس عدد کی کمی واقع ہوگئی ہے۔

**شیش محل کی دوسری مسجد ۱۲۶۴ھ:** میر ابراہیم والی مسجد جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ اس کے پورب کوئی پچاس قدم کے فاصلہ پر بلندی پر ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ اس کے بیچ کے در کے اوپر باہر جانب سنگ موسیٰ کی ۲۰ انچ لمبی اور ۱۰ انچ چوڑی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کرد بہرِ نماز خود تعمیر — نہ پے غیر مذہبان کثیر

مسجدِ بیت ذوالفقار علی — از برائے رضائے رب قدیر

دو صد و یکہزار و شصت و چہار          بود از ہجرت رسولِ کبیر

حکیم ذو الفقار علی خاں رضوی الحسینی اثنائے عشری اکبر آبادی بصرف یکہزار و دو صد و پانزدہ روپیہ مسجد در ۱۲۶۴ھ بہ عرصہ یک سال تیار ساخت۔"

حکیم ذو الفقار علی کی مسجد سے کوئی سو گز کے فاصلہ پر سڑک سے اتر جانب ولندیز کی کوٹھی کی زمین اور پشتہ ہے۔ اسی جگہ رائے ریچ کرشن روڈ گورہٹہ کی بڑی مسجد کے سامنے سے اُتر آ کر اس راستہ میں ملکر ختم ہوئی ہے۔

**ولندیز کا پشتہ:** گورہٹہ کی سڑک جس جگہ دولی گھاٹ والی سڑک میں مل گئی ہے۔ اُس سے اتر اور کسی قدر پچھم جانب لب دریا ولندیز کی کوٹھی تھی جس کا ذکر راقم نے تاریخ میں کیا ہے، اس لیے اعادہ ضروری نہیں۔ عمارت کا نشان بالکل منہدم ہو گیا ہے اور لب دریا پشتہ کے آثار جس قدر باقی رہ گئے ہیں۔ بظاہر کوئی دس کا ہوا کھار ہے ہیں۔ تمام زمین کو سُریوں نے بندوبست لے کر آلو اور کوبی کی کاشت میں لگا رکھی ہے۔

**میتن گھاٹ کی مسجد اور حضرت منعم پاک کا مزار:** ولندیز کے پشتہ سے پورب جانب میتن گھاٹ کی مسجد اور اس کے اتر جانب حضرت منعم پاک کا مزار ایک پختہ کوٹھری کے اندر ہے۔ مسجد ملا میتن کی بنوائی ہوئی ہے۔ جو بڑے پیر اک تھے۔ مسجد کے تین گنبد ہیں اُس میں کوئی کتبہ نہیں پایا جاتا۔ شاہ منعم کے مزار کے اُتر لب دریا خانقاہ کی عمارت ہے جو تیرھویں صدی ہجری کے بعد از سر نو تعمیر ہوئی ہے۔

**حضرت عشق کا تکیہ، حاجی تقی کی مسجد اور مقبرے کا ذکر:** متذکرہ بالا مسجد سے کوئی ساٹھ گز آگے پورب سڑک کے دکھن جانب ایک بلند مسجد ہے جو سخت بے مرمت ہو رہی ہے۔ غالباً اس مسجد کو حاجی تقی نے بنوایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ شاہ رکن الدین عشق عظیم آباد آ کر اول اسی مسجد میں رہے تھے۔ مسجد کے سامنے پورب جانب حاجی تقی کا مقبرہ ہے۔ جن کا ذکر کیفیت العارفین" (مصنفہ شاہ عطا حسین صاحب گیاوی) میں موجود ہے۔ ایک مقبرہ پر ایک خوشنما گنبد بھی بنا ہوا ہے۔ اور اس کے ارد گرد کئی قبریں ہیں۔ اس مسجد کے مقابل سڑک کے اتر جانب حضرت عشق کا تکیہ اور خانقاہ و مزار اور مسجد لب دریا واقع ہے۔

**محمد کریم شاہ کی قبر ۱۳۳۲ھ:** حضرت عشق کی خانقاہ کے صحن میں پورب جانب پختہ قبر پر سنگ مرمر کی ڈھائی فیٹ لمبی اور سوا فیٹ چوڑی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قطعہ سال وفات سید جہاں شاہزادہ محمد کریم رحمۃ اللہ علیہ

دریغا کرد رحلت شاہزادہ — گرامی زادہ از سلطان میسور

ہماں سلطان ٹیپو خلد مسکن — ز نسلِ او ست ٹالیگنج معمور

محمد باکریم و شاہ نم کن — برائے نام آں مرحوم و مغفور

بعمرِ چہل و دو زینجا بگہ رفت — پئے سیرِ ارم از مرگ مجبور

دوشنبہ سویم ذیقعدہ رفتہ — بسوئے جنت الفردوس مسرور

مُشرف بود از حج و زیارت — بہ دنیا ہم میسر عزِ موفور

ارادت داشت با شاہِ جہانگیر — کہ اجمیری و چشتی ہست مشہور

پئے تعلیمِ بیعت ساخت از جاں — بدستِ خواجہ امجد شاہ مشہور

بہ پٹنہ بارگاہِ عشق منزل — گرفت از چشم عالم گشت مستور

پئے سالِ وصالش گفت شمشاد
سعیدِ خُلد منزل لامع النور

۱۲۲۳ھ

**بخشی گھاٹ اور ڈاکٹر فلرٹن کا مکان:** تکیے سے متصل پورب بخشی گھاٹ ہے اسی جگہ سابق میں ڈاکٹر فلرٹن رہتے تھے جن کو نواب میر قاسم نے انگریزوں کے قتل کیے جانے کے وقت کسی مصلحت سے زندہ چھوڑ دیا تھا۔

**رائے صاحب کا پشتہ:** بخشی گھاٹ سے پورب راجہ خیالی کے پوتے رائے سرادھا کرشن کا بنوایا ہوا عالی شان پشتہ ہے جو شہر میں نہایت پر فضا مقام ہے۔

**حویلی بیگمان:** رائے صاحب کے پشتہ کے بعد پورب جانب لب دریا بلند ٹیلہ پر ایک مزار ہے۔ اور اس کے متصل بیگمان کی حویلی کا پشتہ ہے جو امتداد زمانہ سے خراب ہو گیا ہے۔ پشتہ کی دیواروں کے سوا اب کوئی عمارت باقی نہیں۔ اٹھارہویں صدی کے آخر زمانہ میں حکام انگریزی اکثر زمینداروں کو مالگذاری ادا نہ کرنے پر اسی جگہ قید کرتے تھے اور قبل میں اسی جگہ انگریزی خزانہ و مالی نہ تھا۔

یہ راستہ چند سو گز آگے پورب جا کر خواجہ کلاں کی مسجد کے پاس خواجہ کلاں گھاٹ کی سڑک میں مل گیا جس کا حال اپنی جگہ پر مذکور ہو چکا ہے۔

## پچھم دروازہ سے پورب دروازہ تک عمارتوں کا حال :-

**مرزا معصوم کی مسجد ۱۰۲۳ھ :** پچھم دروازہ سے ساٹھ ستر قدم پورب شارع عام سے دکھن جانب لب[2] سڑک نہایت خوشنما ترشے ہوئے سیاہ پتھر کا ایک دروازہ، قریب پانچ فیٹ چوڑا اور سات فیٹ لانبا ہے جو چار زینوں کے اوپر ہے۔ پتھر میں بیل بوٹے ترشے ہوئے ہیں جو قابل دید ہیں۔ دروازہ کے اندر لداؤ چھت کی ایک کوٹھری بنی ہوئی ہے جس سے ہو کر صحن مسجد میں جاتے ہیں۔ پچھم جانب تین گنبدوں کی ایک خوشنما مسجد ہے۔ گنبد اندر کے فرش سے پچیس فیٹ بلند ہیں۔ اندر کا فرش ساٹھ فیٹ لمبا اور ۱۸ فیٹ چوڑا ہے۔ پیش نماز کی جگہ کے سامنے دیوار دوز محراب پر طغریٰ میں سورہ جمعہ کی آیتیں اور ۱۰۲۵ھ لکھا ہوا ہے (جو سال اتمام تعمیر ہے) مسجد کے تین در ہیں۔ بیچ کے در کے اوپر باہر کی جانب دو فیٹ چوڑے اور ڈھائی فیٹ لانبے سنگ سیاہ پر یہ اشعار نستعلیق میں کندہ ہیں :

| | |
|---|---|
| بہ دور شاہ جہانگیر مرزا معصوم | بساحت مسجد جامع بہ فیض باد رفیق |
| چو سال او ز خرد خواستم ز ہاتف غیب | ندا رسید کہ بیت العتیق شد تحقیق |

۱۰۲۳ھ

بانی مسجد کے متعلق صحیح حالات معلوم نہیں شاید یہ میرزا معصوم وہی معصوم خاں کابلی تھے جنہوں نے اکبر شاہ کے زمانہ میں علم بغاوت بلند کیا تھا۔

**محلہ گذری کی عمارتیں :** مرزا معصوم کی مسجد کے متصل نواب ولایت علی خاں کی خوشنما کوٹھی ہے جو شہر کی بہترین عمارتوں میں سے ہے۔ پھاٹک کے اوپر ایک بڑی گھڑی لگی ہوئی ہے۔ راستے کے دوسری طرف اتر جانب محمڈن اینگلو عربک اسکول ہے۔ تھوڑی دور آگے جا کر بادشاہ نواب صاحب کی عالیشان کوٹھی ہے جو بادشاہ منزل کہلاتی ہے۔ اس کے بعد ہی الطاف نواب صاحب کا مکان ہے اور اس کے سامنے سڑک کے اتر جانب محمد نواب صاحب کی قدیم کوٹھی ہے۔ اس کے پچھم بھی لب سڑک ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس کے نیچے کمرے بنے ہوئے ہیں، لیکن اس میں کوئی خاص بات قابل ذکر نہیں معلوم ہوتی۔

**مرزا علی کی قبر ۱۲۶۵ھ :** محلہ گذری میں الطاف نواب صاحب کے مکان کے وسیع صحن میں

---

[1] ۹۸۲ھ میں داؤد خاں کی شکست کے بعد امرائے شاہی (مغلیہ) نے پچھم دروازہ کا نام دہلی دروازہ رکھا تھا چنانچہ تذکرۃ السلاطین چغتائیہ صفحہ ۱۲۶ میں اکبر شاہ کا پٹنہ آنا اس طور پر لکھا ہے: "بادشاہ جہانستان با جمیع از مقربان ہمت و حشم ادوار مادا ہی براہ دروازہ دہلی در شہر پٹنہ شرف نزول افگندند" پچھم دروازہ سے پچاس قدم پر سڑک سے اتر بھی چھت پر ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ اس میں کوئی بات قابل ذکر نہیں۔

[2] لب سڑک اصولاً صحیح نہیں ہے لیکن "غلط العوام فصیح"

بنگلہ کے قریب ہی کسی قدر پچھم اتر ایک پختہ قبر ہے جس کے سرہانے اٹھارہ انچ لمبی اور نو انچ چوڑی سنگ سیاہ کی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاسع اول ربیع ... کہ مرزا علی | شربت تلخ فنا خورد جو از جام موت
بہر وقوف وشعور تا بمرور و دہور | رفتہ بجنات عدن گفت شفا سال موت[1] ۱۲۶۵ھ

**شیخ رضا کی مسجد اور ایک قبر:** الطاف نواب صاحب کے مکان کے پورب گلی ہے جو گھورن حلوائی کی گلی کہلاتی ہے۔ اس میں پورب جانب ایک نہایت شاندار پرانی مسجد ہے جس کے دروازے کے دونوں جانب خوشنما برجیاں بنی ہوئی ہیں۔ مسجد کا صحن گلی سے پندرہ فیٹ کے قریب بلند ہے۔ گلی سے مسجد میں آنے کے لیے پہلوؤں کے درمیان پختہ زینے ہیں صحن میں اتر طرف چند پختہ قبریں ہیں۔ ان میں اتر پچھم کونے کے پاس ایک قبر سنگ موسیٰ کی بنی ہوئی ہے۔ یقینی کسی ممتاز شخص کی قبر ہے کتبہ نہ ہونے کے سبب صاحب قبر کا نام صحیح معلوم نہ ہو سکا۔

**بادشاہ محل اور بادشاہ نواب مارکٹ:** گلی کے نکڑ سے چند قدم آگے سڑک سے دکھن جانب بادشاہ نواب صاحب کا دوسرا مکان ہے۔ جو بادشاہ محل کے نام سے موسوم ہے۔ اس جگہ سابق میں حکیم احمد حسین صاحب صوفی کا مدرسہ تھا جو اپنے طرز تعلیم کے اعتبار سے تمام ہندوستان میں یکتا تھا۔ صوفی صاحب ایک خاص قاعدہ تعلیم کے موجد تھے۔ بادشاہ محل کے سامنے سڑک کے اتر ایک مارکٹ ہے۔ جس کو ۱۸۹۸ء کے قریب بادشاہ نواب صاحب نے تعمیر کرایا تھا۔ ابتدا میں اس کی دکانوں کا کرایہ غیر معمولی طور پر زیادہ ہونے کے سبب آباد نہ ہوا۔

**نواب لطف علی خاں روڈ:** بادشاہ محل سے کوئی تین سو گز آگے سڑک دکھن جانب چلی گئی ہے جو نواب لطف علی خاں مرحوم کے مکان میں ختم ہوتی ہے۔ یہ سڑک طول میں تین چار سو گز کے قریب ہے۔ سڑک کے داہنی جانب ایک وسیع مسجد ہے، جو باؤلی کی مسجد کہی جاتی ہے۔

**محلہ باؤلی کی مسجد ۱۲۹۰ھ:** لطف علی خاں روڈ پر راستے سے لگی ہوئی پچھم جانب ایک مسجد ہے جس میں دو کتبے ہیں طرز تعمیر کے لحاظ سے کوئی خاص بات قابل ذکر نہیں۔ مسجد کے اندر کا کتبہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فنادته الملئکة وهو قائم يصلي في المحراب يا ايها الذين امنوا اذا نودي للصلوة من

---

[1] قافیہ کے اعتبار سے "عام موت" ہونا چاہیے تھا، لیکن سال موت کندہ ہے۔

یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون وان المساجد للہ فلاتدعوا مع اللہ احدا کتبہ محمد ھادی فی ۱۲۹۰ھ ذالکم اللہ ربکم وھو خالق کل شئی والیہ ترجعون۔

المومنون فی المساجد کالسمک فی الماء والمنافق فی المساجد کالطیر فی القفص۔

دوسرا کتبہ ۱۲۹۱ھ بسم اللہ الرحمن الرحیم

| | |
|---|---|
| کہنہ مسجد بود افتادہ خراب | از زمانے کان نیاید در حساب |
| سید لطف علی خان چون خلیل | در بنایش ساختہ کار جلیل |
| فرقتی سالش چنین تحریر شد | باز ہمچون کعبہ نو تعمیر شد |

۱۲۹۱ھ سید محمد محمد آبادی

**جنرل اسپتال میں ایک مسجد کا کتبہ جو قبر پر لگا ہوا ہے ۱۰۴۰ھ:** اسپتال کے پچھم اتر جانب ٹی بی وارڈ کے قریب ایک پختہ قبر پر کسی مسجد کا کتبہ نصب کیا ہوا ہے۔ کتبہ کی عبارت سے ظاہر ہے کہ مسجد گنگا کے کنارے غالباً اس قبر سے قریب اتر جانب واقع تھی۔ عبارت حسب ذیل ہے:

| | |
|---|---|
| در عہد بادشاہ جہاں معدن کرم | کز فضل او جہاں شدہ چو روضۂ ارم |
| کرد این لطیف مسجد عالی کنار گنگ | شیخے کہ ہست در نظر خلق محترم |
| تاریخ او چو جست ضیائی ز عقل گفت | عبدالکریم کرد بنا مسجد الحرام ۱۰۴۰ھ |

یہ مسجد شاہ جہاں بادشاہ کے عہد میں (۱۰۴۰ھ) تعمیر ہوئی تھی، اول شعر میں بادشاہ جہاں سے شاہجہاں مراد ہے۔

**نواب منیر الدولہ کی قبر ۱۱۸۸ھ:** نواب لطف علی خاں صاحب کی شاندار کوٹھی کے صحن میں پچھم طرف نواب منیر الدولہ رضا قلی خاں کا مقبرہ ہے۔ زمین سے چار فیٹ بلند سنگین چبوترہ بنا ہوا ہے۔ جس کے اوپر پتھر کی جالیوں کا خوشنما احاطہ ہے۔ دکھن جانب محراب نما ترشا ہوا سنگین در ہے جسکے دونوں جانب پتھر کی جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ باقی تین طرف تین تین جالیاں لگی ہیں۔ اگر چہ انکے پتھر معمولی قسم کے معلوم ہوتے ہیں لیکن جالیاں بہت خوشنما تراشی گئی ہیں۔ احاطہ قد آدم سے کچھ زیادہ بلند ہے۔ اس کے اندر بیچ کی قبر نواب منیر الدولہ کی ہے۔ اس کے بائیں پہلو میں کسی عورت کی قبر ہے جس کا کتبہ یہ ہے:

"قال الذی الھاتف فی التاریخ مصرعہ لھا نور علی نور فی الجنۃ ابھا۔"

نواب منیر الدولہ کی قبر کے داہنے پہلو میں بھی کسی بچہ کی قبر ہے جالیدار احاطہ کے در کے اوپر باہر کی طرف دو لوحوں کو ملا کر لگا دیا ہے جس پر یہ اشعار خوشخط نستعلیق حروف میں کندہ کیے ہوئے ہیں سنگین لوح عرض و طول

میں ۱۴ انچ اور ۲ فیٹ ۶ انچ ہے:

چوں کہ نواب منیر الدولہ گردوں وقار — داعی حق را اجابت گفت وپنہاں کرد رو
خلق عالم ہر طرف در ماتم آن ذی حیات — وایما در سوگواری وفغان وجستجو
بر در جنت معنیش شد امام ہشتمیں — چوں کہ نامش بُد رضا وہم غلام خاص او
ثامن اثنی عشر شد چوں معین و رہبرش — داد رضوان بہشت اواز طبتم فادخلو

نواب منیر الدولہ رضا قلی خاں نے ۱۱۸۸ھ[1] میں انتقال کیا۔ شاہ عالم بادشاہ جس زمانہ میں الہ آباد میں تھا منیر الدولہ کا بادشاہ کے دربار میں بڑا رسوخ تھا۔ پھر جب بادشاہ شاہجہاں پور جانے لگا۔ انگریزوں اور شجاع الدولہ نے منع کیا لیکن بادشاہ نہ مانا اور نجف خاں کی معیت میں چلا ہی گیا۔ اسوقت منیر الدولہ نے انگریزوں کی معیت اختیار کی اور عظیم آباد پٹنہ آکر سکونت اختیار کی اور علاقہ بھیم پور اور ارول کی طرف جاگیریں حاصل کیں جس جگہ مقبرہ ہے اس کے متصل اسد اللہ خاں کی حویلی تھی جو منیر الدولہ کی زر خرید تھی اور ان کے پسر کریم قلی خاں کے ترکہ میں آئی تھی۔

**سٹی اسپتال اور رحیم النساء کی قبر ۱۱۶۰ھ:** نواب لطف علی خاں روڈ کے نکڑ سے سٹی اسپتال کا احاطہ شروع ہوتا ہے۔ پھاٹک کے اندر داخل ہونے پر اسپتال کے صحن میں داہنی جانب ایک پختہ قبر ہے جس کے سرہانے انیس انچ لمبی اور ساڑھے نو انچ چوڑی سنگ سیاہ کی لوح پر حسب ذیل عبارت کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ وفات مرحومہ سماۃ رحیم النساء بنت اقا محمد یوسف مشہدی یازدہم شہر محرم الحرام ۱۱۶۰ھ

اللھم اغفر لھا و تجاوز عنھا سیئاتھا واحشرھا مع النبی و علی و فاطمۃ والحسن والحسین وجمیع الائمۃ المعصومین صلواۃ اللہ وسلامہ علیھم اجمعین۔

احاطہ کے بیچ میں اسپتال کی عمارت ہے۔ احاطہ کی زمین میں پورب جانب حاجی احمد کی حویلی کی زمین کا کچھ حصہ شامل ہے۔ حاجی احمد نواب علی وردی خاں مہابت جنگ کے برادر اور نواب ہیبت جنگ صوبہ دار عظیم آباد پٹنہ کے پدر تھے۔

---

[1] گورنمنٹ گزیٹیرس اور بہار و اڑیسہ ریسرچ سوسائٹی کے پرچہ نمبر ۶ جلد ۲ و ۴ میں سنہ وفات ۱۱۷۲ لکھا گیا ہے وہ غلط ہے کیونکہ اور تاریخوں کی رو سے ۱۱۸۸ھ صحیح ثابت ہوتا ہے کیونکہ ۱۱۷۲ھ میں شاہ عالم تخت نشیں ہوا اور اس کے بعد نواب منیر الدولہ نے سفارت کی اور احمد شاہ ابدالی سے اور انگریزوں سے معاملات طے کیے جن لوگوں نے ۱۱۷۲ھ لکھا ہے انھوں نے لفظ اواز کے پندرہ عدد چھوڑ دیے ہیں۔

جس جگہ رحیم النساء کی قبر ہے وہاں پر زمین کے اندر کوئی سرنگ یا نالہ پٹا ہوا ہے۔ جس کے سبب زور سے قدم مارنے میں ایک دھمک سی پیدا ہوتی ہے۔ اسی جگہ کے سامنے سڑک کے اتر جانب ایک وسیع نالہ بھی دور تک چلا گیا ہے۔ ممکن ہے قدیم زمانہ میں یہاں کوئی خندق یا کھائی بنائی گئی ہو۔

**انگریزوں کا گورستان اور مقتل ۱۷۶۳ء:** اسپتال کے متصل پورب جانب حاجی احمد کی حویلی تھی جس کا ذکر مندرجہ بالا سطور میں گذر چکا ہے۔ اسی جگہ عالی جاہ میر قاسم علی نواب ناظم بنگالہ کے حکم سے والٹر رینہارڈ عرف سمرو نامی یوروپین نے ۱۷۶۳ء میں انگریز اسیروں کو نہایت بے دردی سے گولیوں کا ہدف بنایا تھا۔ اس گورستان کے اندر بے شمار قبریں ہیں جس کے حالات اور کتبوں کی کیفیت ایک کتاب کی صورت میں چھپی ہوئی گورنمنٹ پریس میں ملتی ہے۔ مقتولوں کی یادگار میں متعدد پائے مختلف ہیئت کے بنائے گئے ہیں۔ ان میں ایک پایہ منارے کی صورت کا جو سب سے بلند ہے شہر میں ایک انوکھی چیز ہے۔

دسمبر ۱۹۳۰ء میں اورینٹل کانفرنس کے جلسہ میں سر ایون کاٹن ام۔ لے نے اس کے متعلق ایک مفصل اور مدلل تحریر پڑھی تھی جس میں انھوں نے بیان کیا کہ ابتدا میں جو پایہ تعمیر ہوا تھا اس میں کتبہ نہ تھا۔ ۱۸۸۳ء میں اس کی جگہ پر ایک نیا پایا بنایا گیا۔ جس پر کتبہ بھی لگا دیا گیا لیکن جیسا کہ مسٹر ہنری بیورج نے بیان کیا ہے اس کی کوئی سطر غلطی سے خالی نہ تھی۔ بعد کو وقتاً فوقتاً عبارت کی تصحیح کا سلسلہ جاری رہا۔ سر ایون نے سرکاری اور غیر سرکاری کاغذات سے تحقیق کرکے بتایا ہے کہ باون اشخاص کے قتل ہونے کے متعلق تمام کاغذات سے تصدیق ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ بعض اشخاص جن کا کتبوں میں ذکر ہے۔ اس قتل عام میں ان کا مارا جانا صحیح نہیں ہوسکتا۔ اس واقعہ سے متعلق تاریخی حالات کتاب "تاریخ مگدھ" میں درج ہو چکے ہیں۔ اس کو دیکھنا چاہیے اور جن لوگوں کو مزید تحقیقات منظور ہو۔ اورینٹل کانفرنس پٹنہ ۱۹۳۰ء کی رپورٹ ملاحظہ کریں:

نقل کتبہ انگریزی

" In memory of Capt. John Viench, First Lientena_
_nts Richard Terry and George Hockler, Lientenant fi_
_reworkers John Brown, Arden Dickens, John Reed and
Benjamin, Adamson of the Honourable East India Comp_
_any; Artillery Captains Charles Earnest Jocher, He_
_nry Sommers, James Tabby and George Wilson; Liente_

_nants Richard Holland, George Alstox and Sir William Hope Baronet, Ensigns John Green, Ruberts, Dun can, macbod, William Crawford, William Hughes, Isaac Hump_ _hries, John Robert Roach, John Perry and William ma_ _chary of the Honourable East India Company, Infantry doctors Campbell and Anderson, messrs Hay, Ellis, Lu_ _shington[1], servants of the Honourable East India Com_ _pany who with many other captives were on the night of the 5th or 6th and 11th of October 1763, brutally massacred near this spot by the troops of Mir Kasim, Nawab and Subadar of Bengal under the command of Wal_ _ter Reinherdt alias Samru a base revegade".

"E DEDECORE HOSTIUM NATEST GLORIA EORUM".

**محلہ گڑہٹہ کی بڑی مسجد ۱۱۹۱ھ:** انگریزوں کے گورستان سے تخمیناً پچاس قدم آگے پورب سڑک سے اتر جانب ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس کے نیچے کٹرے بھی ہیں لیکن کوئی خاص بات قابل ذکر نہیں۔ اس سے پچاس قدم آگے لب سڑک دکھن جانب گڑہٹہ کی بڑی مسجد ہے جس کے نیچے چار کٹرے بھی بنے ہوئے ہیں جس کی چھت سڑک سے دس فیٹ بلند ہے۔ اور یہی چھت مسجد کا صحن ہے۔ گنبد پست قسم کے بنے ہوئے ہیں۔ مسجد کے تین در ہیں۔ بیچ کے در کے اوپر سیاہ پتھر پر یہ عبارت کندہ ہے[2]:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ ابو بکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ

زمان سلطنت بادشاہ عالم شاہ | کہ گمرہاں جہاں را نمودہ راہ یقین
ہزار و صد و نود و یک ز سال ہجرت بود | کہ کرد رائے جہاں این بنا خانہ دیں

---

[1] اومالی صاحب کی تاریخ بنگالہ و بہار و اڑیسہ صفحہ ۱۵۲ میں لکھا ہے کہ یہ لوشنگٹن بلیک ہول کے بچے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص تھا۔

[2] ۱۹۳۴ء کے زلزلے میں مسجد منہدم ہو گئی تھی فی الحال از سر نو تعمیر کی گئی ہے۔

**گرڈ ہٹہ کی چھوٹی مسجد ۱۲۱۴ھ:** گرڈ ہٹہ کی بڑی مسجد سے سو قدم آگے پورب سڑک سے اتر جانب گلی کے موڑ پر ایک چھوٹی مسجد حکیم غلام محمد کی بنوائی ہوئی ہے۔ اس کے نیچے کٹرے میں ستار کی دوکان ہے۔ مسجد کی تعمیر میں کوئی بات قابل ذکر معلوم نہیں ہوتی۔ بیچ کے در کے اوپر کتبہ کا پتھر لگا ہوا ہے۔ جس کے اشعار یہ ہیں :

غلام محمد حکیم بزرگ — چو فرمود تعمیر ایں سجدہ گاہ
شدہ از سر بانگ تاریخ او — بخوبی بنا کرد مسجد براہ

بہار اڑیسہ ریسرچ سوسائٹی کے پرچہ جلد ۱۶، ۲ و ۴ بابت ۱۹۳۰ء میں ۷۷ نمبر کے کتبہ میں اس مسجد کا سنہ تعمیر غلطی سے بجائے ۱۲۱۴ھ کے ۱۲۴۰ھ لکھ دیا ہے۔ اس مسجد سے سو قدم پورب مرزا معشوق علی روڈ کے موڑ پر ایک اور مسجد بھی ہے۔ جس کے دکھن کوڑا شاہ کی قبر ہے لیکن کوئی خاص بات قابل ذکر نہیں

**پادری کی حویلی ۱۷۱۲ء:** یہ صوبہ بہار میں پہلا گرجا ہے جو ۱۷۱۲ء میں تعمیر ہوا تھا لیکن ۲۵ جون ۱۷۶۳ء میں میر قاسم نواب ناظم اور انگریزوں کی جنگ کے وقت کسی قدر منہدم ہو گیا تھا۔ لیکن پھر ۱۷۷۳ء میں ترہٹہ (TIRRETTA VENETIAN) نامی اٹلی کے رہنے والے کاریگر تے جس کے نام سے کلکتہ میں ترہٹہ بازار اور پارک اسٹریٹ میں فرانسیسیوں کا گورستان مشہور ہے اس کو از سر نو تعمیر کیا۔ یہ عمارت ۸۴ فیٹ لمبی اور ۳۲ فیٹ چوڑی اور پچاس فیٹ بلند ہے۔ عمارت اینٹ اور چونہ سے بنائی گئی ہے۔ لیکن صنعت سے خالی نہیں۔ پچھم اتر کونے پر چھت پر جانے کی سیڑھیاں ایک گول منارے کے اندر چکر دار بنی ہوئی ہیں[1]۔ اس منارے کو اوپر سے بند کر دیا گیا ہے اور دیوار میں جا بجا روشنی اور ہوا کے لیے روزن بنا دیے گئے ہیں۔ موجودہ چھت کے اوپر ایک اور چھت تھی جو ۱۹۱۰ء کے بعد اتار دی گئی گرجے کی پشت پر اتر جانب ایک بہت بڑا گھنٹہ لگا ہوا ہے جو ۱۷۸۲ء میں نیپال کے راجہ نے عطا کیا تھا۔ گرجا کے دونوں جانب برآمدہ میں بھی قبریں ہیں جن پر کتبے بھی لگے ہوئے ہیں۔

پادری گل[2] REVGILLE نے ۱۹۱۷ء میں اس گرجے کے احاطہ کی قبروں کے ۸۷ کتبے چھاپے ہیں۔ ان میں چار لاطینی۔ تین ارمنی۔ چار پرتگالی، بارہ فرانسیسی اور ایک فارسی (دیکھو حصہ ) ایک اٹالین اور باقی

---

[1] بکانن نے ۱۸۱۱ء میں اپنی تحریر میں اس گرجے کو وسط شہر میں بہترین عمارت لکھا ہے اور ۱۸۲۴ء میں فارسٹ نے بھی اس کو دیکھا تھا جو اس کے سفر نامے میں مذکور ہے۔ فی الحال گرجا میں زنانہ اسپتال کھولا گیا ہے۔
[2] پادری گل ۱۱۱۱ ۵ کی کتاب سرکاری چھاپہ خانوں میں فروخت ہوتی ہے۔

سب انگریزی زبان میں ہیں۔ ۱۸۷۹ء تک یہ گرجا خوب آباد تھا۔ اس کے بعد سے رفتہ رفتہ یہ نوبت پہونچی کہ ۱۹۱۲ء کے بعد سے اس سے گرجا کا مصرف بھی نہیں لیا جاتا اور اس کے تمام لوازمات بھی الہ آباد بھیج دیئے گئے۔ قبروں کو دیکھنے سے "ولا تعلمون بای ارض تموت" کا مضمون یاد آتا ہے۔ ایک چین کے رہنے والے کی قبر کے پاس ایک یہودی کی قبر ہے، اور گرین لینڈ کے باشندے کے قریب مزامبک Mozambique ( افریقہ ) کے حبشی کی لاش مدفون ہے۔ اسی طرح دنیا کے مختلف گوشوں کے رہنے والوں کی قبریں ہیں جن کی مٹی اسی سرزمین کی تھی۔ "منہا خلقناکم و فیہا نعیدکم و منہا نخرجکم تارۃ اخری۔
پادری گل کی تحریر کے بعد چند قبریں اور بنی ہیں جن میں سے تین قبروں پر کتبے کے پتھر لگے ہوئے رہیں۔
**لیڈی میری روز امام کی قبر ۱۹۱۶ء :** گرجا کی پشت پر اتر جانب تختہ قبر پر یہ کتبہ ہے:

In the name of God the most merciful & compassionate sacred to the memory of Lady Mary Rose Imam. The dearly beloved wife of Syed Sir Ali Imam, K.C.S. I of Neora Born 24th September, 1884.

**مس سوفی کی قبر ۱۹۱۹ء :** گرجا کے پورب جانب ایک قبر پر یہ کتبہ ہے :

In the loving memory of Sauphie the beloved youngest daughtor of Mr. & Mrs. Saupin who left them on the 13th March, 1919 for the eternal home. R.I.R.

**پادری بنڈکٹس کی قبر ۱۹۲۷ء :** مس سوفی کے قبر کے پاس دوسری قبر پر یہ کتبہ ہے :

Rev Bevedictus celestinus Natus, Die X X V M I I
Anno M D C C C X C, V I T A F U N C T U S
DIE X X II Anguste, Anno M C M X X VII. R.I.P.

بخشی محلہ **نواب جعفر قلی خان کے خاندان کا گورستان:** پادری کی حویلی کے پچھم طرف جو گلی ہے، رستم علی بیر کی گلی کہلاتی ہے۔ سو گز کے قریب اتر جاکر بخشی محلے کی مغربی حد ہے۔ اسی جگہ گلی سے پچھم اور کسی قدر دکھن جانب ایک گورستان ہے جس میں چھ پختہ قبروں پر حسب ذیل کتبے لگے ہوئے ہیں۔

**اشرف النساء بیگم کی قبر ۱۳۱۳ھ:** پورب جانب سے تیسری قبر پر سنگ موسیٰ کی پندرہ انچ لمبی اور آٹھ انچ چوڑی لوح پر یہ کتبہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایں سر گروہ مومنہ از پاکدامنی ممتاز شد ز عاطفت بنت مصطفٰے

تا گہ ندائے فاطمہ زہرا چنیں رسید آمد بہ بزم جنت ما اشرف النسا ۱۳۱۳ھ

**جعفر قلی خان کی قبر ۱۳۱۵ھ:** پچھم جانب ایک پختہ قبر پر سنگ مرمر کی لوح میں کتبہ ہے:

عجب ماتمے در جہان سخت شد کہ جعفر قلی خان رئیس زمان

دریں ماہ ذیقعدہ رحلت نمود ز سوز جگر از تنش رفت جان

بفرمود احیدر علی ڈاکٹر تپ انفلوینزہ شد بیگمان

ز نواب مہدی علی خان رئیس جدائی بدو ہفتہ شد درمیان

نماند ند اینہا چہ با کرّ و فر چو جاہ فریدون و نوشیروان

بجنت مکان ہر دو تا یافتند بحب علی شافع دو جہان

ندا کرد ہاتف بصد شور و شین دریغا کہ گل شد چراغ مکان ۱۳۱۵ھ

**منیر کی قبر ۱۳۲۲ھ:** ایک پختہ قبر پر سنگ مرمر کی سوا فیٹ لمبی اور ایک فیٹ چوڑی لوح پر یہ کتبہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قطعہ

ابھی ہوا نہ تھا اچھی طرح سے نشو و نمود قضا منیر کی جو آکے ہو گئی موجود

مگر آئی ندا خلد میں مکاں ملا ہوا غریق بدریائے رحمت معبود ۱۳۲۲ھ

**بدر النساء بیگم کی قبر ۱۳۳۰ھ:** پورب اتر جانب ایک پختہ قبر پر سنگ موسیٰ کی نو انچ چوڑی اور ایک فیٹ لمبی لوح پر یہ کتبہ ہے:

| | |
|---|---|
| نہو کسطرح سے صدمہ کہ اس دنیائے فانی سے | دلا اہلیہ نواب ناظم ہو گئیں رخصت |
| یہ خوشدامن تھیں اس والا حسب کی نام ہے جنکا | تصدق با حسین اے شاد وہ نواب ذی رفعت |
| پے تاریخ رحلت بے سراغراق یوں لکھ دو | سدھاریں مومنہ بدر النساء اب جانب جنت ۱۳۲۰ھ |

**انورالنساء بیگم کی قبر ۱۳۳۰ھ :** پورب جانب ایک تختہ قبر پر سنگ مرمر کی آٹھ انچ چوڑی اور نو انچ لمبی لوح پر یہ کتبہ ہے :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"تاریخ انتقال نواب انورالنساء بیگم عرف چاند بیگم صاحبہ مرشدآبادی زوجہ نواب سید اصغر حسین خان عرف سید نظیر نواب تاریخ ہفتدہ ماہ صفر المظفر مطابق ہفتم ماہ فروری ۱۹۱۲ء یوم چہار شنبہ وقت نہ ساعت شب بعارضہ تپ و نمونیہ ازیں دار فانی بسوئے ملک جاودانی رحلت فرمود"

**نواب تصدق حسین خان کی قبر ۱۲۰۴ھ :** پورب جانب سے چوتھی تختہ قبر پر سنگ مر کی سوا فیٹ لمبی اور ایک فیٹ چوڑی لوح پر یہ کتبہ ہے :

| | |
|---|---|
| نواب نامور کہ تصدق حسین بود | ذی شان وذی وجاہت وذی رتبہ و وفا |
| در کار خیر با دل خالص بصد نیاز | با اہلبیت مصطفوی داشت اقتدا |
| بیمار گشت در مرض ذات جنب و تپ | چون جام عمر او شدہ لبریز از قضا |
| آمد چو روز یازدہم از مہ صیام | افسوس از سرائے سپنجی کشید پا |
| گشتم لطیف در رہ تاریخ سال فوت | ساکن شد او بخلد برین آمدہ ندا ۱۲۰۴ھ |

**مولوی اکرام الحق کی مسجد ۱۲۰۴ھ جو بلنی صاحب کی مسجد کہلاتی ہے :** پادری کی حویلی کے اتر جانب جو آبادی ہے بخشی محلہ کے نام سے مشہور ہے۔ بعض پرانے کاغذات میں اس کا نام نین زنار دار بھی لکھا ہوا پایا جاتا ہے لیکن وجہ تسمیہ معلوم نہیں پادری کی حویلی کی پشت پر جو گلی ہے کچھ آگے بڑھ کر ایک چوراہے میں ملگئی ہے سابق میں اس چوراہے کے پاس قاضی اسمٰعیل صاحب کا مکان تھا۔ اس سبب سے یہ جگہ قاضی کی ڈیوڑھی کہلاتی تھی اور یہاں پر ایک مسجد بھی تھی۔ گلی کی جو شاخ پورب جاتی ہے، اس میں قریب سو قدم پر داہنے ہاتھ کو ایک مسجد ہے۔ اس کی چھت گر جانے کے سبب راقم کے برادر معظم مولوی حفیظ الدین بلنی مرحوم نے مسجد کو کسی قدر درست کرا دیا تھا۔ مسجد کے احاطہ کی دیوار گلی کی جانب اتر دکھن ۲۱ فیٹ لمبی ہے اور پورب

پچھم ساڑھے اٹھائیس فیٹ ہے۔ گلی کی جانب مسجد کی پشت پر پانچ فیٹ چوڑا کمرہ بھی ہے۔ جس کی تعمیر ناتمام رہ گئی ہے۔ مسجد کے اندر کا دالان ۱۸ فیٹ لمبا ہے مغربی دیوار میں سنگ سیاہ کی لوح لگی ہوئی ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے۔

بہار و اڑیسہ ریسرچ سوسائٹی کے پرچہ نمبر ۳ و ۴ جلد ۱۶، ۱۹۳۰ء میں اسی مسجد کو بلخی صاحب کی مسجد لکھا ہے۔

اکرم الحق چو کوفت بر سر راہ　　　میغ اسلام مسجد دلخواہ

گفت واعظ ز سال تاریخش　　　فاذکروا فیہ واسجدوا للہ

من بنی مسجد اللہ بنی اللہ لہ بیتاً فی الجنۃ

اس مسجد کے پورب ایک احاطہ کے اندر ہنود کا مٹھ یا مندر ہے جو فی الحال خستہ حال ہو رہا ہے مسجد سے اتر سو قدم پر ایک مسجد اور ہے جو بلند اور کشادہ جگہ میں واقع ہے لیکن اس پر کوئی کتبہ نہیں، اس محلہ کو دھانک ٹولی کہتے ہیں۔ دھانک فی الحال زمین کوڑنے والے کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کرمیوں کی ایک شاخ ہے جس کو راجاؤں نے غلام بنالیا تھا۔ لیکن صحیح خیال یہ معلوم ہوتا ہے کہ دھانک تیر انداز سپاہی تھے جو قدیم زمانہ میں پاٹلی پتر کی محافظت کرتے تھے کمہرار کے قریب جہاں پاٹلی پتر کے قدیم آثار پائے گئے ہیں، ایک پوری بستی دھانکوں سے آباد ہے جو غالباً سپاہیوں کی نسل سے ہیں۔ اس بستی کا نام دھنکی ہے۔ اس نام سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے کیونکہ دھانک لفظ دھنک یا دھنش سے مشتق ہے۔ جس کے معنی کمان کے ہیں۔

**نبے بست بلخی ۱۲۳۹ھ :** محلہ کے چوراہے سے سو قدم اتر داہنے ہاتھ کو ایک مکان کی دیوار میں سنگ مرمر پر "نبے بست بلخی ۱۲۳۹ھ" کندہ ہے۔

**ارشاد علی عرف چھٹن کی قبر ۱۲۴۲ھ :** مکان نبے بست سے سو قدم اتر اسی گلی میں ایک بلند زمین داہنے ہاتھ کو ملتی ہے۔ یہ ڈاکٹر مرزا معشوق علی کا خاندانی ہڑواڑ ہے۔ اس میں پورب جانب ایک قبر کے سرہانے ۱۱ انچ لمبا اور ۹ انچ چوڑا معمولی پتھر لگا ہوا ہے، جس پر صرف یہ عبارت کندہ ہے:

"ارشاد علی عرف چھٹن۔ ۲۵ رشعبان ۱۲۴۲ھ۔

**مہدی علی عرف ننھن کی قبر ۱۲۴۴ھ :** ارشاد علی کی قبر سے لگی ہوئی دوسری قبر پچھم جانب ہے جس کے سرہانے سولہ انچ چوڑی اور ڈھائی فیٹ لمبی معمولی پتھر کی لوح لگی ہوئی ہے جس پر یہ

اشعار کندہ ہیں:                ۸۶ے

| | |
|---|---|
| خلف اکبر معشوق علی | صالح و صاحب او صاف حسن |
| نام مہدی علی و نبی عرف | راحت جان مشاہیر وطن |
| در شب جمعہ بماہ شوال | از جہاں شد بجوار ذوالمنن |
| خواستہ طبع چو تاریخ وفات | درد فور الم و فرط محن |
| ہ زاندہ خمیدہ احمد | گفت اے وائے دریغا بہن ۱۲۴۴ھ |

یہاں چند تختہ قبریں اور بھی ہیں لیکن کتبہ نہ ہونے کے سبب ان کا کچھ حال نہیں معلوم۔

**محمدی جان کی مسجد ۱۳۰۵ھ:** پادری کی حویلی سے سو قدم آگے پورب سڑک کے دکھن جانب محمدی جان کی مسجد ہے۔ اس صدی میں اس سے بہتر مسجد صوبہ بہار میں ابتک تعمیر نہیں ہوئی۔ افسوس ہے کہ سڑک سے اس کا منظر اس قدر خوشنما نہیں معلوم ہوتا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ مسجد کے اتر جانب بلند چھت کے نیچے متعدد کمرے بنا دیے گئے ہیں، جس سے مسجد کی عمارت چھپ گئی ہے۔ پھاٹک سے ایک راستہ کچھ دور تک دکھن کو چلا گیا ہے، لیکن مسجد میں جانے کی سیڑھیاں پھاٹک کے پورب جانب ہیں اور متعدد زینوں پر چڑھنے کے بعد چھت پر پہنچتے ہیں جو صحن مسجد ہے۔ یہ چھت سڑک سے پچیس فیٹ کے قریب بلند ہے۔ مسجد کے پہلے دالان میں تین زینوں کے اوپر ایک کرسی سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔ جو واعظ یا خطیب کی نشست کے لیے ہے۔ اس دالان کے بعد دوسرا دالان ہے۔ اس میں بھی سنگ مرمر کا ایک منبر بنا ہوا ہے۔ دونوں دالانوں کے فرش میں سنگ مرمر کے مصلے بنے ہوئے ہیں۔ جن میں سنگ سیاہ کی پٹریاں نہایت خوشنما نظر آتی ہیں۔ دالانوں کے محراب اور گنبد بھی خوش قطع ہیں۔ گنبد کی بلندی بھی فرش مصلےٰ سے بیس فیٹ کے قریب ہے۔ مسجد کے جنوب و شمال میں سائبان ہیں، جن سے مدرسہ کا مصرف لیا جاتا ہے۔ جنوبی سائبان سے پورب ایک تختہ حوض بھی بنا ہوا ہے جس میں فوارہ لگا ہوا تھا فی الحال کسی قدر بے مرمت ہے۔ مسجد کے دونوں دالانوں کے بیچ والی دیوار پر سنگ سیاہ کی لوح لگی ہوئی ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے:

افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ابوبکرؓ                                                  عمرؓ

صالحہ بی بی محمدی جان چوں بیت خدا
باخلوص نیت وصدق و یقین آراست ایں
چوں بنا شد ایں عبادت گاہ خاصانِ الٰہ
مظہر نور خدا و جنت الماوا ست ایں
زاہتمام شیخ قاسم باعلیٔ دیندار
ہمشبیہ مسجد دہلی فلک پیرا ست ایں
سال تعمیرش چو شہرت خواست از فکر بلند
شد رقم قصر بدیع مسجد اقصیٰ است ایں

[illegible]                                                  [illegible]

عثمان                    ۱۲۰۵ھ                    علی

**کوچہ لمنکر کی مسجد ۱۲۶۱ھ:** محمدی جان کی مسجد سے کوئی چار سو گز آگے پورب (صدر گلی کے نکڑ سے چند گز آگے) صدر راستہ سے ایک سڑک سیدھی اتر خواجہ کلاں گھاٹ کو چلی گئی ہے۔ یہ سڑک تقریباً تین سو گز لمبی ہے۔ اسی راستہ میں کوئی ستر گز اتر جا کر ایک گلی ملتی ہے جو پچھم جانب چلی گئی ہے۔ اس گلی میں چالیس پچاس قدم پر سامنے ایک مسجد نظر آتی ہے۔ یہ مسجد اگرچہ چھوٹی ہے لیکن نہایت خوش قطع ہے۔ بیچ کے در کے اوپر ۱۴ انچ لمبی اور سات انچ چوڑی سنگ سیاہ کی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے "این خانہ خدا ہست زبیگی قائم" (اس مسجد کو بیگن کی مسجد بھی کہتے ہیں۔) ۱۲۶۱ھ

محلہ خواجہ کلاں روڈ **ڈاکٹر صادق خان کی مسجد ۱۲۹۹ھ:** خواجہ کلاں کی سڑک پر پچھم جانب ایک چھوٹی مسجد ہے جس کے چبوترے کی دیوار پر سڑک کے رُخ پر آٹھ فیٹ کی بلندی پر ایک فیٹ لمبی اور دس انچ چوڑی معمولی پتھر کی لوح لگی ہے جس پر یہ تاریخ کندہ ہے:

جو فرمود حق حافظو اللصلوٰۃ          مروزیں گذر گہ چو پیک صبا
بخواں مصرعہ سال گر عاقلی          ببیں باب و در آب بیت خدا          ۱۲۹۹ھ
بود ایں در خانہ آن الٰہ          کہ در قدرتش ہست کار ہمہ
زکلکش رقم زد پے سال کلک          در بیت پروردگار ہمہ

۱۲۹۹ھ
صادق خان ڈاکٹر

**مخدوم حسن علی کا مزار ۱۲۲۴ھ:** صادق خاں کی مسجد سے اتر پچھم ڈاکٹر عظیم الدین احمد صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی کے مکان سے پچھم اور کسی قدر اتر ایک تنگ گلی میں پچھم جانب سے چار فیٹ کی بلندی پر ایک پھاٹک لگا ہوا ہے۔ صحن کے بیچ میں ایک تختہ کمرہ کے اندر مخدوم شاہ حسن علی کا مزار ہے۔ دروازہ کے اوپر سنگ سیاہ کی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں:

کرد آرام در ریاض بہشت　　شاہ حسن علی کہ بود ولی
سال تاریخ رحلتش ہاتف　　گفت مخدوم شاہ حسن علی　　۱۲۲۴ھ

**طہارت حسین کی قبر ۱۳۲۲ھ:** مخدوم حسن علی کے مزار کے سامنے دکھن ایک قبر کے سرہانے سنگ مرمر کی لوح پر ۱۳۲۲ھ کا ایک کتبہ ہے جس کے اشعار نہایت مہمل سے معلوم ہوتے ہیں۔

چوں جنت رواں شد طہارت حسین　　بگفت آں زماں سید الثقلین
دخول شما للحسن والحسین　　بخلد برین ہست تحت حسین
الف ہر دو از مصرعہ سوئم بگیر　　کہ تا سن فصلی برآید فقیر　　۱۳۲۲ فصلی

قطعہ تاریخ دوم:-

طہارت مرد نیکو حیف شمار　　محاں صولہ . . . . . . .
سن تاریخ یا فرق یکتا گو　　طہارت پاک . . . . . . .

**خواجہ کلاں کی مسجد اور مقبرہ:** خواجہ کلاں گھاٹ کی سڑک گنگا کے کنارے تک ہے۔ خواجہ کلاں گھاٹ میں پورب جانب ایک پرانی مسجد ہے جو طرز تعمیر کے اعتبار سے حاجی تاتار کی مسجد سے مشابہ ہے۔ اس پر کوئی کتبہ نہیں پایا جاتا۔ لیکن بیچ کے در کے اوپر اس کی جگہ بنی ہوئی موجود ہے۔ ممکن ہے کہ سابق میں کتبہ بھی ہو۔ صحن مسجد سے چند گز پورب لب دریا ایک شکستہ حال سنگین احاطہ میں جو قبر ہے، خواجہ کلاں کی قبر کہی جاتی ہے۔

**جعفر خاں کی عدالت ۱۰۷۴ھ:** خواجہ کلاں کا تھانہ جو سڑک کے دکھن جانب ہے۔ اس کی دیوار پر سڑک کے سامنے ۱۴ انچ لمبی اور ۷ انچ چوڑی سنگ سیاہ کی لوح لگی ہوئی ہے، جس پر یہ شعر کندہ کیا ہوا ہے:

بہر عدل و داد مظلوماں ز دست ظالماں　　ساخت دار العدل جعفر بندہ داود خاں　　۱۰۷۴ھ

یہ کتبہ کب سے یہاں ہے اس کی تحقیق محال ہے۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ دار العدل ہی کا دوسرا کتبہ

جس کا حال ذیل میں لکھا جاتا ہے۔ اسی تھانہ میں پایا گیا۔ سید محمد صاحب وکیل مرحوم نے بہار واڑیسہ ریسرچ جنرل کے پرچہ جلد ۱۶ نمبر ۳ و ۴ میں لکھا ہے کہ اسی دار العدل کو نواب فخر الدولہ صوبہ دار کے عہد میں حسن علی نے درست کرایا، لیکن حسن علی کے کتبہ سے مرمت کرانے کا ثبوت نہیں ملتا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ خود ایک دار العدل بنایا جیسا کہ مندرجہ کتبہ کے اشعار سے ظاہر ہے۔ گمان ہوتا ہے کہ ایک دار العدل جعفر خان نے بنوایا اور بعد کو دوسرا دار العدل فخر الدولہ کے عہد میں بنا۔

**حسن علی کا دار العدل ۱۱۴۲ھ:** مندرجہ ذیل کتبہ راقم نے تھانے کے احاطہ میں اینٹوں کے ڈھیر میں پایا تھا:

بندہ نواب فخر الدولہ ممدوح زماں　　آنکہ در نامش حسن را با علی باشد قرآں
ساخت دار العدل جائیکو بنا برحب داد　　در ہزار یکصد و چل دو شمر تاریخ آں

بہار واڑیسہ ریسرچ جرنل میں " بنا برحب داد" کو "مناسب داد " لکھ دیا ہے اور "شمر تاریخ آں" کو "بنا کرو تاریخ آں" لکھا ہے وہ غلط ہے۔ راقم نے اس کو صحیح طور پر پڑھ کر درج کیا ہے۔

یہ کتبہ سابق میں کسی مزدور نے لوح مزار سمجھ کر تھانہ کے صحن میں ایک قبر پر لگا دیا تھا۔ کچھ مدت بعد اس قبر سے علیحدہ ہو گیا تو کانسٹبلوں نے پورب جانب سائبان میں ڈال دیا اور راقم نے اس کو وہیں دیکھا اور بذریعہ خط انسپکٹر جنرل آف پولس سے درخواست کی کہ اس تاریخی کتبہ کو تھانہ کی عمارت میں لگا دینا چاہیے یا اس کو پٹنہ میوزیم میں رکھنے کے لیے بھیج دینا چاہیے۔ انسپکٹر جنرل صاحب نے راقم کی درخواست پر اس کتبہ کو بھی اول الذکر کتبہ کے پاس ہی تھانہ کی دیوار میں لگوا دیا اور بذریعہ چٹھی مورخہ ۱۸ جون ۱۹۳۲ء راقم کو بھی مطلع کر دیا جس کے لیے راقم صاحب ممدوح کا بیحد ممنون ہے۔

**محلہ ست گھرا مسجد بیگو حجام جو حقیقتاً حسین شاہ کے عہد کی بنی ہوئی ہے ۹۱۶ھ:** یہ مسجد نہ صرف اس شہر میں بلکہ اس صوبہ میں ایک نادر عمارت ہے مسجد کے باہر صحن میں نہایت اعلیٰ قسم کے چینی کے کام کے ٹائلز (یعنی اینٹوں کے) مصلّے بنے ہوئے ہیں مسجد کے اندر مصلّے کے فرش میں سنگ رخام کے ترشے ہوئے ٹکڑے اور حاشیوں میں سبز نیلا، سیاہ اور سفید چینی کا کام ہے۔ چار سو برس کی بے مرمتی و بد احتیاطی سے جا بجا چینی کے کام کی چمک و آب و تاب جاتی رہی لیکن جہاں جہاں باقی رہ گیا ہے، قابل دید ہے

دہلی میں خیر پور والی مسجد، کاشانی ٹیلوں والے گنبد اور سکندر لودی کے مقبرہ کے سوا چینی کے کام

کی آرائش کسی اور عمارت میں دیکھنے میں نہ آئی۔ کئی صدی سے یہ صنعت و کارگیری اس ملک میں مفقود نظر آتی ہے۔ یہ مسجد جس قدر نادر ہے۔ اسی قدر باہر سے پست اور کم نما نظر آتی ہے۔ اس کا سبب یہ بھی ہے کہ گذشتہ چند صدیوں میں سڑک رفتہ رفتہ بلند ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ اس وقت مسجد کے نیچے کمرے اور کوٹھریاں تہ خانہ کی طرح سڑک سے کئی فیٹ نشیب میں آگئی ہیں، کوٹھریوں کی چھت لداؤ بنی ہوئی ہے۔ اور اسی چھت پر مسجد کا دالان اور صحن ہے۔

مسجد بیالیس ۴۲ فیٹ لمبی ہے۔ مصلّے کے فرش سے مسجد کے گنبد کی بلندی اندر سے ۱۵ فیٹ کے قریب ہے۔ تین در ہیں باہر کی جانب لوہے کی چادروں کا ایک سائبان دیدیا ہے۔ جس سے مسجد کی رونق اور بھی کم ہوگئی ہے۔ اگرچہ نمازیوں کو اس سے عافیت ضرور ہے۔ اس مسجد میں دو کتبے لگے ہوئے ہیں۔ پہلا کتبہ سنگ سیاہ کا ۲۰ انچ لمبا ہے جو مسجد کے کنگرہ سے ملا ہوا ہے اور لوہے کی چادروں کے سائبان کے اوپر ہے۔ اس پر خط طغریٰ میں یہ عبارت کندہ ہے:

"قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من بنی مسجدا للہ بنی اللہ لہ بیتا مثلہ فی الجنۃ

بنی ھذا المسجد الجامع فی عھد السلطان علاء الدنیا والدین ابو المظفر حسین

شاہ السلطان خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ بانیہ خان معظم ناظر خان دام علوہ

فی سنہ تسعمائۃ وستۃ عشر۔"

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ مسجد سلطان علاء الدین حسین کے عہد میں ۹۱۶ھ میں خان معظم ناظر خاں نے بنوائی۔ لیکن گورنمنٹ گزیٹیر میں اور بابو رام لال سنہا نے اپنی کتاب متعلق پاٹلی پتر میں اس کو خود سلطان علاء الدین حسین کی بنوائی ہوئی لکھ دیا ہے۔ اب کتبہ کی نقل کے بعد کسی بحث اور تاویل کی گنجایش نہیں۔

۹۱۱ھ میں سکندر لودی سے شکست کھا کر سلطان حسین شرقی صوبہ بہار سے بے دخل ہوگیا تھا، اور سلطان حسین بنگالی کی رفاقت میں بنگالہ میں رہتا تھا۔ یہ نہیں معلوم کے ناظر خاں کون تھا کتبہ میں سلطان کا لقب علاء الدنیا والدین ابو المظفر حسین شاہ لکھا ہے۔ اس سے گمان ہوتا ہے کہ سلطان بنگالہ کا عہد مراد ہے کیونکہ اس کا لقب یہی تھا۔

**بیگو حجام والا کتبہ ۱۰۵۶ھ:** مذکورہ بالا کتبے کے نیچے در کے محراب کے اوپر ہی ایک فیٹ لمبا اور آٹھ انچ چوڑا سنگ سیاہ کا پرانا پتھر لگا ہوا ہے جس پر یہ اشعار کندہ ہیں:

ساختہ بیگ محمد و نیک رائے      معبد در شہر پٹنہ خوش جائے
گفت معمار خرد تاریخ آن      مسجد زیبا و روشن شد بنائے    ۱۰۵۶ھ

اس کتبہ کے متعلق جیمس صاحب کے گزیٹیر پٹنہ میں اور بابو رام لال سنہا کی کتاب میں قیاس کیا گیا ہے کہ بیگو حجام نے مرمت کی تاریخ کا یہ کتبہ لگایا ہے لیکن یہ محض قیاس ہی قیاس ہے۔ مسجد کی ساخت و صورت سے خود ظاہر ہے کہ ابتک اس کی تجدید بنا نہیں ہوئی ہے۔ یوں معمولی مرمت تو ہر زمانہ میں ہوتی ہی رہتی ہے کتبہ کی عبارت میں مرمت کا کچھ ذکر ہیں بلکہ پہلے شعر سے مسجد کا بنانا ظاہر ہوتا ہے۔ لوح کو دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی دوسری مسجد کا کتبہ تھا جو یہاں لاکر لگادیا ہے اس لوح کا ایک کونا ٹوٹا ہوا ہے۔ اور اس کے چاروں طرف بے جوڑ ٹائلز بھی ایسے بھدے اور بھونڈے طور پر لگے ہوئے ہیں کہ کسی مسجد میں بھی ایسا بھدا کام کم دیکھنے میں آئے گا۔ بہر حال ۹۱۶ھ والا پہلا کتبہ اس مسجد کا اصلی کتبہ ہے۔ دوسرا کتبہ بعض جاہلوں نے اپنا رسوخ و اثر جتانے کے لیے کہیں اور سے لاکر لگا دیا ہے ان کی خوش نصیبی سے ناظر خاں اصل بانی مسجد کا نام کوئی جانتا بھی نہیں اور بیگو حجام کے نام سے یہ مسجد مشہور ہو گئی۔

**محلہ روضہ اورنگ زیب کی مسجد جو روضہ کی مسجد کہی جاتی ہے ۱۰۷۸ھ:** بیگو حجام والی مسجد سے کوئی دو سو قدم پورب ایک گلی اتر دریا کی طرف گئی ہے جو روضہ کی گلی کہلاتی ہے۔ دریا کے قریب رستہ سے پورب جانب تین گنبدوں کی ایک مسجد ہے۔ اس کے تین در نو نو فیٹ بلند اور پانچ پانچ فیٹ کے قریب کشادہ ہیں۔ گنبد اندر سے چوبیس فیٹ بلند ہیں اور ان کا قطر چودہ فیٹ کے قریب ہے مسجد کے اندر پچھم طرف کی دیوار پر قرآن کی آیتیں لکھی ہوئی ہیں بیچ کے در کے اوپر باہر کی طرف دو فیٹ لمبی اور چودہ انچ چوڑی سنگ موسیٰ کی لوح پر مندرجہ ذیل اشعار کندہ کیے ہوئے ہیں:

ازاست مسجدے پئے خوشنودی خدا      از راہ اعتقاد شہنشاہ کامراں

بانی
اورنگ زیب
عالمگیر خلد اللہ سلطنتہ

تاریخ او خرد بہ ہزاراں نیاز گفت      بر پا نمود کعبہ حاجات در جہاں

باہتمام انیس احمد

مسجد کے پورب پچاس فیٹ مربع احاطہ میں ۱۳ قبریں ہیں جن میں دو قبریں کسی قدر بلند ہیں۔ پورب والی قبر منگن شاہ کی اور پچھم والی قبر تاج شاہ کی کہی جاتی ہے۔ اور قبریں کس کی ہیں نہیں معلوم۔ احاطہ کی اتر والی

دیوار سے لگا ہوا سنگ موسیٰ کا ترشا ہوا نہایت خوشنما چھ فیٹ کے قریب لمبا اور چھ سات انچ موٹا ایک پایہ نصب کر دیا ہے اسی پایہ کے قریب ایک اور پتھر تین فیٹ چھ انچ اونچا اور ایک فیٹ دس انچ چوڑا رکھا ہوا ہے جس میں چھ چھوٹے چھوٹے طاقچے بنے ہوئے ہیں۔ اتر ہی جانب احاطہ کے دروازہ پر دو فیٹ لمبی اور نو انچ چوڑی سنگ سیاہ کی لوح پر " لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ " کندہ ہے۔

مسجد کے در کے سامنے پورب جانب پتھر کی تین قبریں ہیں۔ قریب پورب اور اتر پھولدار ترشے ہوئے معمولی پتھر کے سولہ پایوں پر ایک چھت ہے جس کے چبوترے پر دو سنگیں قبریں ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی قبریں ہیں اور سامنے کچھ مکان بھی ہیں جو اسی مسجد اور مقبرہ کے متعلق ہیں شاید مکان کے اندر سے کوئی سرنگ بھی بنائی گئی تھی۔

محلہ مچھرہٹہ **فخر الدولہ کی مسجد ۱۲۰۲ھ:** بیگو حجام والی مسجد سے قریب دو سو گز پورب سڑک کے اتر جانب محلہ مچھرہٹہ میں ایک مسجد ہے جو فخر الدولہ کی مسجد کہلاتی ہے متعدد سیڑھیوں پر چڑھ کر صحن مسجد میں آتے ہیں۔ جو ساٹھ فیٹ لمبا ہے۔ اس کے اتر پورب جانب ایک کنواں بھی ہے۔ اس کے تین در اور تین گنبد ہیں۔ بیچ کے در پر باہر کی جانب سنگ سیاہ پر حسب ذیل اشعار کندہ ہیں۔

| | |
|---|---|
| بہ بیگم صاحبہ فرخندہ بادا | بنائے مسجد پاکیزہ بنیاد |
| بہ سعی و کوشش حاجی سعادت | مرتب گشت اجرش بیشتر باد |
| تمام از دولت فیروز جنگ است | کہ او را ہست ایں دولت خداداد |
| رسیدہ از حضور اقدس او | برائے سال تعمیرش جواز شاد |
| نمودہ سجدہ شکرانہ سارکن | بگفتا ایں عبادت خانہ آباد ۱۲۰۲ھ |

گورنمنٹ گزیٹیر مولفہ او میلی صاحب نے صفحہ ۱۸۹ میں اس کو نواب فخر الدولہ حاکم صوبہ کی بنائی ہوئی مسجد لکھا ہے لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ اس لیے کہ نواب موصوف ۱۱۴۰ھ میں حاکم صوبہ تھے اور چند سال کے اندر ہی اپنے عہدے سے معزول کر دیے گئے تھے۔ یہ مسجد اس واقعہ کے ساٹھ برس بعد کی تعمیر ہے اور کسی بیگم کی بنوائی ہوئی ہے۔ جیسا کہ کتبہ کی عبارت سے ظاہر ہے۔ فخر الدولہ کوئی اور رہوں گے جن کے نام سے یہ مسجد مشہور ہوئی۔

اسی طرح ایک اور غلطی یہ بھی ہے کہ لکھ دیا ہے کہ سابق میں اس میں پانچ گنبد تھے لیکن اب تین ہی رہ گئے ہیں۔ حالانکہ اس کی صورت خود بتاتی ہے کہ اس میں پانچ گنبد کبھی نہ تھے۔

یہ بیگم صاحبہ کون تھیں اور فیروز جنگ کون تھے کچھ معلوم نہیں۔ دہلی میں بربج کا سہ حضرت فاطمہ کے نام سے جو عمارت مشہور ہے اس کے قریب اور جہاز کی عمارت کے سامنے ایک قبر پر یہ کتبہ لگا ہوا ہے۔ لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان دونوں کتبوں کو ایک دوسرے سے کوئی نسبت ہے:

"نواب ابراہیم بیگ خان بہادر خلف احتشام الدولہ نواب اسماعیل خان بہادر فیروز جنگ بتاریخ پنجم جمادی الثانی ۱۲۴۴ھ وفات یافت۔"

**گدام کی مسجد متصل کٹرہ شایستہ خاں ۱۲۶۲ھ:** فخر الدولہ کی مسجد سے کوئی دو سو گز آگے پورب سڑک سے دکھن جانب جو کٹرے ہیں۔ شایستہ خاں کے کٹرے کہلاتے ہیں۔ انہیں کٹروں کی پشت پر ایک ایک بلند مسجد ہے۔ تعمیر میں کوئی خاص بات قابل ذکر نہیں۔ بیچ کے در کے اوپر بیضاوی شکل کی سنگ سیاہ کی لوح لگی ہوئی ہے جس پر یہ اشعار کندہ ہیں:

به هنگام احسن بفضل اله — چو واحد علی تاجر با سخا
بنا کرد مسجد و هاتف بگفت — در آیند عابد به خانه خدا ۱۲۶۲ھ

اس محلہ کو مرجائی گنج بھی کہتے ہیں۔ مالی کے گورنمنٹ گزیٹیر صفحہ ۱۸۹ میں شایستہ خاں کے کٹرے کے ساتھ مسجد کو بھی شایستہ خاں کی مسجد لکھ دیا ہے جو صحیح نہیں۔

**محلہ چوک کے چوک کی مسجد ۱۲۵۱ھ:** شایستہ خاں کے کٹرے سے تقریباً دو سو قدم آگے پورب چوک کا بازار شروع ہوتا ہے۔ اسی جگہ صدر راستہ سے اتر جانب ایک مسجد ہے جس کے بیچ کے در کے اوپر چودہ انچ چوڑی اور سولہ انچ لمبی سنگ سیاہ کی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا ابوبکرؓ — یا عمرؓ

مسجد خوب کہنہ نو تیار
سال تہذیب کن بدیں اظہار
از دل رحم بانگ زد ہاتف
اے مصلّی بیا نماز گذار

یا عثمانؓ — ۱۲۵۱ہجری النبوی — یا علیؓ

اس کی تاریخ کے مصرعہ میں لفظ مصلّی کے دو لام کے اعداد ۶۰ شمار کیے گئے ہیں اور دل رحم یعنی

"ح" کے آٹھ عدد کا اضافہ کرنے پر تاریخ نکلتی ہے۔

محلہ جھاؤ گنج **خواجہ عنبر کی مسجد ۱۱۰۰ھ:** پٹنہ سٹی ہیڈ پوسٹ آفس کے سامنے سڑک کے دکھن جانب ایک مسجد نواب شایستہ خاں کے ناظر خواجہ عنبر کی بنوائی ہوئی اب تک درست حالت میں ہے۔ بیچ کے در کے اوپر معمولی قسم کے پتھر کی اٹھارہ انچ چوڑی اور بچیس انچ لمبی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں:

| | |
|---|---|
| در زماں بادشاہ دین پناہ | شاہ عالم گیر غازی ذوالکرم |
| خواجہ عنبر ناظر شایستہ خاں | مسجد نو ساخت چوں بیت الحرم |
| مظہر الحق سال تاریخ بناش | معدن فیض الٰہی زد رقم |

۱۱۰۰ھ

محلہ مدرسہ **مدرسہ سیف خاں:** نواب سیف خاں نے اپنی صوبہ داری کے زمانہ میں ۱۰۳۸ھ میں دریا کے قریب ایک بڑا مدرسہ بنوایا تھا۔ اس کے قریب فی الحال تھانہ چوک کلاں کی عمارت ہے۔ مدرسہ کی یادگار صرف اس محلہ کا نام رہ گیا ہے۔

**مدرسہ کی مسجد ۱۰۳۸ھ:** مدرسہ کے متصل سیف خاں نے ایک شاندار مسجد بھی تعمیر کرائی تھی جو اس وقت تک قائم ہے۔ لب دریا بلند مقام پر واقع ہونے کے سبب نہایت پر فضا ہے۔ دریا کی جانب پشتہ بلند دیواریں نہایت مستحکم بنی ہوئی ہیں۔ اس مسجد کے پانچ گنبد ہیں۔ اور شہر میں یہ سب سے بڑی مسجد ہے۔ صحن میں ایک حوض بھی بنا ہوا ہے جو اب بالکل بے مرمت ہو رہا ہے۔ اس میں فوارہ کا نشان بھی ہے۔ مسجد کی مرمت کے وقت اس کے کتبے کو مزدوروں نے سفیدی پھیر کر خراب کر دیا اب اس کا پڑھنا دشوار ہو گیا ہے تاہم بعض مصرعے نمایاں ہیں۔ سنہ تعمیر اس مصرعہ سے ظاہر ہے۔

"بگفتا کہ مجموعہ خیر دنیا" کتبہ محمد علی کشمیری پیرو کار عمارت۔

۱۰۳۸ھ

**عمارت چہل ستون:-** مدرسہ کی مسجد سے پچھم اتر نواب زین الدین احمد خاں ہیبت جنگ صوبہ دار بہار نے ایک عمارت ۱۷۴۰ء کے قریب تعمیر کرائی تھی جو چہل ستون کے نام سے موسوم تھی۔ اس عمارت کے بعض حصے غالباً مسجد سے پورب تک پھیلے ہوئے تھے۔ اس جگہ ۱۷۴۸ء میں شمشیر خاں و مراد شیر خاں وغیرہ نے نواب مذکور کو قتل کر کے عظیم آباد پر قبضہ کیا تھا۔ اب اصل عمارت کا وجود باقی نہیں۔ لیکن مسجد کے پورب بعض آثار کسی قدر باقی رہ گئے ہیں۔ لیکن ان سے بھی اصل عمارت کی کیفیت کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

**محلہ قلعہ قلعہ عظیم آباد:** شہر میں مشہور و معروف جگہ ہے۔ یہ عمارت مدرسہ کی مسجد سے پورب گنگا سے ملی ہوئی ہے۔ اس کے پشتہ کا ایک حصہ ہمیشہ گنگا کے دھارے سے ٹکراتا رہتا ہے۔ پشتہ کی دیوار نہایت مستحکم ہے۔ بالائے پشتہ سکونتی عمارتیں معمولی قسم کی ہیں۔ غالباً یہ عمارتیں اصلی عمارت کے منہدم ہونے پر تعمیر کی گئی ہیں۔ تاریخ شیر شاہی سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۵۴۰ء میں شیر شاہ نے یہ قلعہ پانچ لاکھ روپیہ میں تعمیر کرایا۔ بعد کو عہد مغلیہ میں اکثر صوبہ دار و حکام اسی جگہ قیام کرتے تھے۔ اکبر شاہ کے زمانہ میں داؤد خان کرانی بادشاہ بہار و بنگالہ و اڑیسہ اس قلعہ میں قلعہ بند ہو گیا تھا اور اس کے فرار ہونے پر اکبر نے اس پر قبضہ کیا۔ راجہ مان سنگھ اور شہزادہ عظیم الشان کی حکومت میں اس کی مرمت بھی کی گئی تھی۔ فی الحال رائے بہادر رادھا کرشن جالان (مارواری) نے اس کو انگریزی عمارتوں کے طور پر آراستہ کیا ہے۔ ۱۸۲۴ء میں پادری ہیبر نے غلطی سے یہ سمجھا تھا کہ یہ قلعہ پہاڑی پر تعمیر کیا گیا ہے جیسا کہ کتاب "جرنی ان انڈیا" حصہ ۱ صفحہ ۳۱۲ میں مذکور ہے اور گورنمنٹ گزیٹیر صفحہ ۱۷۴ میں بھی مذکور ہے۔[1]

**قلعہ کے باہر ایک مسجد ۱۲۲۹ھ:** قلعہ کی عمارت سے دکھن راستے کے دکھن جانب ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس کی لمبائی تیس فیٹ چھ انچ اور چوڑائی ساڑھے سولہ فیٹ ہے۔ بیچ کے در کے اوپر چودہ انچ لمبی اور آٹھ انچ چوڑی سنگ سیاہ کی لوح پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

ذالک بیت اللہ

مسجدے ساخت مرد دیندارے — از مقیمان آستانۂ حق

سال تعمیر او ز دل جستم — دل بہ من گفت **ہست خانۂ حق** ۱۲۲۹ھ

**محلہ معروف گنج شاہ معروف کی قبر:** قلعہ کی مسجد سے چند سو فیٹ آگے ایک مندر کے پاس سے راستہ دریا کے سمت کو چلا گیا ہے۔ دریا کنارے ایک بلند ٹیلہ ہے جو سابق میں قلعہ کی خام فصیل کے پورب اتر کونے پر توپ چڑھانے کی غرض سے بنایا گیا تھا۔ اس مٹی کے تودے کی اونچان شہر کی عام سطح سے سو فیٹ سے کم نہ ہوگی۔ بلند زینوں پر چڑھنے کے بعد ایک چبوترہ ملتا ہے جو تیس فیٹ چوڑا اور اکاون فیٹ لمبا ہے۔ چبوترے کی دیواریں پشتہ کی دیوار کے طور پر بنی ہوئی ہیں۔ اصلی پشتہ مدت ہوئی کہ دریا کے سیلاب سے منہدم ہو گیا چبوترہ سے اُتر قبروں کے ٹوٹے ٹوٹے تعویذ نظر آتے ہیں۔

---

[1] قلعہ کے سکونتی مکان کے آخری مالک مرزا سعید تھے۔ انھوں نے اس کو آٹھ دس ہزار روپے لیکر جالان کے ہاتھ بیچ ڈالا اور اس رقم کو چند مہینوں کے اندر اوباشوں کی صحبت میں صرف کرکے انتقال کیا۔

شاہ معروف[1] کی قبر چبوترہ کے بیچ میں ہے جو اصل چبوترہ کی سطح سے بھی چار فیٹ بلند ہے۔ اتنی بلندی پر شہر میں کوئی دوسری قبر دیکھنے میں نہیں آئی ہے۔ اس سے کم بلندی پر شاہ منصور کی قبر پٹنہ سٹی اسٹیشن کے قریب ایسی ہی دوسرے ٹیلے پر واقع ہے[2] جس کا ذکر اپنی جگہ پر کیا گیا ہے۔ چبوترے سے متصل پورب ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے جس کی دیوار اب تک قایم ہے۔ باقی حصہ منہدم ہو چکا ہے۔ اسی کے قریب میر خلیل کی حویلی بھی تھی۔ جس کے قریب سے دیوار میں رخنہ کر کے ۱۷۶۳ء میں انگریزی فوج شہر پر قابض ہوئی تھی۔

**محلّہ مغلپورہ کے کتبے:** محلہ مغلپورہ ایک وسیع محلّہ ہے۔ جس کے حدود میں اور بھی چھوٹے چھوٹے محلّے شامل ہیں۔ دکھن جانب ایک گلی جگی چوراہے سے کنگھیا لڑئے تک چلی گئی ہے اور درمیان میں متعدد کچ وکا واک گلیاں ہیں۔ محلہ گذری سے جو راستہ دکھن کو آتا ہے گھورن حلوائی کی گلی کہلاتا ہے اس راستہ میں تھوڑی دور دکھن آکر ایک گلی پچھم جانب کو ہے جو چوالال کی گلی کہی جاتی ہے۔ اس کے مغربی حد پر ایک چھوٹا سا گورستان ہے جس میں چند قبروں پر کتبے ہیں جو درج کیے جاتے ہیں:

**صُغریٰ بیگم کی قبر ۱۳۱۳ھ:** سنگ مرمر کی سولہ انچ لمبی اور نو انچ چوڑی لوح پر یہ عبارت ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"مسماۃ صُغریٰ بیگم مرحومہ بنت سید احمد حسین مرحوم ساکن مظفر پور، تاریخ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ، روز چہار شنبہ۔

**اصغری فاطمہ کی قبر ۱۳۳۴ھ:** سنگ مرمر کی پندرہ انچ چوڑی اور دو فیٹ لمبی لوح پر یہ قطعہ تاریخ کندہ ہے:

"تاریخ انتقال پر ملال مسماۃ اصغری فاطمہ مرحومہ از عشرتی عظیم آبادی۔"

| | |
|---|---|
| ہوئی جبکہ ذی الحجہ کی بارہویں | گئی خلد کو باحیا اصغری |
| جو منظور حق تھا وہ آخر ہوا | نہ راس آئی کوئی دوا اصغری |
| تراسن یہ مرنے کا ہرگز نہ تھا | ہوئی کیسی نازل بلا اصغری |
| مٹایا شباب آسمان نے ترا | تو تھی بھر جو دو سنما اصغری |
| یہ کہکر تسلّی اعزّا نے کی | ہمیشہ کوئی کب جیا اصغری |

---

[1] یہ وہی شاہ معروف ہیں جن کے نام سے یہ محلہ مشہور ہے۔

[2] بڑی پہاڑی کمھرار سے اتر واقع ہے۔ اس پر بھی ایک پختہ قبر ہے جو تیس شاہ کی قبر کہی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ گلزار باغ ریلوے اسٹیشن سے پورب اور محلہ نمو بیہ کے قریب محلہ عالم گنج سے دکھن اور درگاہ شاہ ارزاں سے پورب بھی اس طرح کے ٹیلے ہیں جن پر نامعلوم لوگوں کی قبریں ہیں لیکن یہ تینوں ٹیلے معروف گنج کے ٹیلے کی بلندی کو نہیں پہونچتے۔

لحد سے ہٹے کہتے یہ اقربا | ترا ہے نگہبان خدا اصغری
ردیف و قوافی سے ہر شعر کی | سن فوت پیدا ہوا اصغری

۱۹۰۶ء، ۱۳۱۵ الہی، ۱۹۶۲ سمبت، ۱۳۲۴ فصلی ۱۳۱۲ بنگلہ، ۱۳۲۳ھ۔

**سید کرامت حسین کی قبر ۱۳۲۲ھ:** سنگ مرمر کی پندرہ انچ چوڑی اور اٹھائیس انچ لمبی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"تاریخ وفات سید کرامت حسین از سید بادشاہ نواب صاحب عشرتی عظیم آبادی"۔

زبان سے دو مراتب نام جب لوگے کرامت کا | عیاں ہوگا سن ہجری اسی دم ان کی رحلت کا

**دیگر از سید عباس حسین صاحب سعید عظیم آبادی:**

کیا جلد آ گئی ہے کرامت اجل تمہیں | افسوس تم ابھی تو کچھ ایسے مُسن نہ تھے
منقوط میں سعید ہے تاریخ عیسوی | کہتا ہے خود شباب کے مرنے کے دن نہ تھے

**دیگر از کاظم حسین صاحب مطیر لکھنوی:**

وقت مغرب شب جو آئی پنجشنبہ دلا | پندرہ تاریخ کو ماہ ربیع الثانی کی
سال تھا اکتیسواں بھی سید عالی نسب | آسماں سے ہاتف غیبی نے یہ آواز دی
نظم ہو تاریخ آں مرحوم کی اسطور سے | ہوئے زبر و بینہ بھی اور صوری معنوی
ہوں اسی مصرعے سے کم گر یکصد و چہل و چار | سن ہو زبر و بینہ سے صاف ظاہر عیسوی
۱۳۲۲ھ۔ بہر گلگشت جناں ہوچکے کرامت ائے مطیر | یکہزار و تین سو بائیس میں پیش بنی ۱۹۰۴ء

**شیخ احمد عربی کی مسجد ۱۲۵۲ھ:** چوا لال کی گلی کے موڑ سے تھوڑی دور دکھن جا کر راستہ پورب کو مڑ گیا ہے۔ اس راستہ میں دکھن جانب ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس کے بیچ کے در کے اوپر سولہ انچ لمبی اور سات انچ چوڑی سنگ سیاہ کی لوح پر یہ کتبہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیخ احمد عربی نامش | کرد بنا این خانہ لایق
ہاتف با سر دولت گفتا | ماب عبادت گاہ خلایق ۱۲۵۲ ہجری النبوی

**شیخ بہاری کی مسجد ۱۲۴۰ھ:** شیخ احمد کی مسجد سے کوئی سو قدم پورب جاکر راستہ کے اتر جانب چھوٹی سی بلند مسجد ہے۔ اس کے بیچ کے در کے اوپر یہ کتبہ ہے۔ فی الحال یہ مسجد شیخ بہاری کی مسجد کہلاتی ہے:

آن شفیع الدین حسین باصفا — وان بر نخل رفیع حلم وجود
حسب امر قدرت و توفیق خویش — چون بنائے مسجد عالی نمود
گفت شاکر سال تعمیرش ہمیں — حبذا دار حقیق با لسجود

۱۲۴۰ یکہزار دوصد وچہل ہجری

**خواجہ عطاء اللہ کی قبر ۱۲۶۲ھ:** شیخ بہاری کی مسجد کے قریب اتر جانب ایک قدیم گورستان ہے جو املی کے درخت کے سبب املی تلے والا قبرستان کہلاتا ہے۔ اس میں بہت سی نامعلوم لوگوں کی خام قبریں ہیں۔ اور بعض پختہ قبریں بھی ہیں، لیکن کتبہ صرف چند قبروں پر ہے اور ان میں بھی بعض زمانہ حال کا معلوم ہوتا ہے۔ اتر جانب ایک قبر پر ایک ہاتھ لانبی اور دس انچ چوڑی سیاہ پتھر کی لوح پر یہ کتبہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام۔

ھذا قبر خواجہ عطاء اللہ کہ فی التاریخ ۲۰ شہر رجب المرجب ۱۲۶۲ ہجرۃ النبوی صلعم یوم دوشنبہ انتقال فرمود انا للہ وانا الیہ راجعون۔

**شیخ محمد بدقن کی قبر:** اسی گورستان کے دکھن جانب ایک قبر کے سرہانے معمولی قسم کے موٹے پتھر پر یہ عبارت کندہ ہے:

"ضلع گیا موضع ارکی بارہ بتاریخ ۵ عید الضحیٰ شیخ محمد بدقن مستری وفات شد۔

**مولوی نوروز علی کی قبر ۱۲۲۳ھ:** شیخ بہاری کی مسجد سے چند سو قدم پورب راستہ کے اتر جانب مولانا سعید صاحب کا مدرسہ تھا جس کی عمارت منہدم ہوگئی اس کے متصل اتر پورب ایک گورستان ہے۔ اس میں متعدد پختہ قبریں ہیں پورب طرف والی قبر پر ایک گز لمبی سنگ سیاہ کی لوح پر یہ کتبہ ہے:

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

یوسف حسن وبعدیل ونظیر — ہمدم واعظ وعزیز جہان
چون زجور فلک بخاک بخفت — بہر تاریخ رحلتش زبیان

نالۂ برکشیدہ دل گفت آہ　　رفت نوروز علی بہ صحن جناں　　۱۲۳۲ھ

اسی کے قریب مولانا محمد حسرت کی بھی قبر ہے۔

**مولوی نور علی کی قبر ۱۲۶۲ھ:** پورب اتر کونے میں ایک قبر پر سنگ مرمر کی لوح پر جو ایک فیٹ لمبی اور ایک بالشت چوڑی ہے یہ کتبہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولوی نور علی چون قصد بیت اللہ کرد　　جان بحق تسلیم ناگہ کرد در اثنائے راہ

عقل تاریخ وصالش صوری و معنوی　　گفت سال یکہزار و دو صد شصت و دو آہ　　۱۲۶۲ھ

**علی حسین ولد نجو کی قبر ۱۳۲۰ھ:** مولانا سعید صاحب کے مدرسہ کی جگہ سے کسی قدر پورب ایک گلی دکھن کو جاتی ہے۔ اس محلہ کو شیخا کا روضہ کہتے ہیں۔ اسی جگہ ایک گور غریباں ہے جس میں ایک قبر پر معمولی قسم کے پتھر پر یہ عبارت کندہ ہے:

"کل من علیها فان و یبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام کل نفس ذائقۃ الموت۔"

"تاریخ وفات علی حسین ولد نجو ساکن شہر الہ آباد حال وارد شہر پٹنہ عظیم آباد محلہ چھر ہٹہ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۲۰ھ مطابق ۲۰ اپریل ۱۹۰۲ء روز سہ شنبہ۔

**حاجی عباس کی قبر ۱۳۴۷ھ:** علی حسین ولد نجو کی قبر کے قریب دوسری قبر پر بائیس اینچ لمبے معمولی پتھر پر یہ کتبہ ہے:

"حاجی عباس ولد حاجی ولی محمد رہنے والے اولپٹا ضلع کاٹھیاوار نے ۲ محرم ۱۳۴۷ھ روز دوشنبہ کو اس دار فانی سے رحلت کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس عبارت کے نیچے گجراتی زبان میں بھی کچھ لکھا ہوا ہے اور ہندی میں تاریخ دی ہے۔

**مظہر حسین کی مسجد ۱۳۰۴ھ:** شیخ بہاری کی مسجد کے ... سے جو راستہ پورب آتا ہے اس میں کوئی چار سو قدم پورب آکر گلی اتر کو مڑ گئی ہے۔ اسی موڑ پر ایک مسجد ہے جس ... پتھر کی ایک ہاتھ لمبی اور دس اینچ چوڑی لوح پر یہ کتبہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چو مظہر حسینم و اطہر حسین — برائے عبادات جا ساختند

شد این سال تعمیر مسجد رقم — ہمہ جائے سجدہ بنا ساختند
۱۲۴۴ھ

**میاں خان کی قبر ۱۲۷۱ھ:** مظہر حسین کی مسجد سے پورب کسی قدر دکھن جانب ایک چھوٹی سی مسجد ہے جو شیخ برکت کی مسجد کہلاتی ہے۔ اسی مسجد کے صحن میں اتر جانب دیوار سے لگی ہوئی ایک قبر ہے جس کے سرہانے سنگ سیاہ کی آٹھ انچ چوڑی اور دو فیٹ لمبی لوح پر یہ کتبہ ہے۔ فی الحال صحن مسجد میں مٹی بھر جانے سے قبر کا تعویز اور کتبہ کی لوح زمین میں دب گئی ہے:

**ھو الغفور**

میاں خان کہ در عنوان شباب — بساط حیاتش قضا در نوشت

دو شنبہ چہارم ز ماہ صیام — روان شد پے سیر باغ بہشت

بلوح مزارش خرد سال فوت — قضا نوجوان کرد ہے ہے نوشت

۱۲۷۱ ہجری النبوی صلی اللہ علیہ وسلم

## جگی چوراھہ، گلشن حیدری، کنگھیا ٹولہ، سونار ٹولی، شاہ کی املی، لودی کٹرہ اور دوندی بازار کا حال

پچھم دروازہ کے پاس سے ایک سڑک سیدھی دکھن کو جاتی ہے جو ریلوے فنڈر روڈ میں مل گئی ہے۔ اس سڑک کا نام سید الطاف نواب روڈ ہے۔ اس سڑک پر پورب جانب مدرسہ سلیمانیہ ہے۔ تقریباً تین سو گز دکھن جا کر ایک راستہ پورب مغلپورہ کو جاتا ہے۔ اس جگہ کو جگی چوراہہ کہتے ہیں۔

**بام صاحب کی مسجد ۱۲۴۳ ہجری:** جگی چوراہے کے قریب گلی کے پچھم و دکھن جانب ایک بلند مسجد ہے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اس کے تینوں گنبد دوہرے بنے ہوئے ہیں، جس کے درمیان میں خلا ہے۔ اس میں جانے کا راستہ بھی گنبد کے سرے کے پاس ہے۔ بہر حال مسجد کے بیچ کے در کے اوپر باہر کی جانب سیاہ پتھر کی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں:

مسجد نو ساخت چون اراست شد — در بلندی برد از گردون سبق

ہاتف تاریخ تعمیرش بگفت — معبد با رفعت از انوار حق
۱۲۴۳ھ

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ یہ مسجد کسی عورت نے بنوائی تھی۔

**بلاقی کی مسجد ۱۲۰۵ھ:** بام صاحب کی مسجد کے سامنے گلی کے دوسرے جانب ایک چھوٹی سی

مسجد ہے جس کے بیچ کے در کے اوپر باہر کی طرف سنگ سیاہ کی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

بلاقی داشت در دل این خیالے — کہ سازد مسجدے للہ والہہ
ہمادم گفت ہاتف این زغیبش — عبادت خانہء اللہ اللہ

۱۲۰۵ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

**میر قطب الدین کی قبر ۱۱۸۲ھ:** بلاقی کی مسجد کے کوئی چار سو قدم آگے پورب راستے کے اتر جانب ایک قدیم مقبرہ ہے، جس کی دیوار میں جالیاں بھی بنی ہوئی تھیں فی الحال بالکل بے مرمت ہے۔ احاطہ کے اندر بلندی پر دو قبریں ہیں۔ مقبرہ کے کتابہ کا پتھر اپنی جگہ سے نکل جانے پر سید مہدی (جوہری) نے مقبرہ کے متصل پچھم اپنے مکان میں رکھوا لیا ہے کتابہ کی لوح سنگ موسیٰ کی ایک گز لمبی اور دس انچ چوڑی ہے اس پر خط نستعلیق میں حسب ذیل عبارت کندہ ہے:

ہزار حیف و صد حیف میر قطب الدین — بعرش دامن افشاں ازیں جہاں بگذشت
بجستم از خرد خویش سال تاریخش — ندا رسید چنیں جائے در حریم بہشت ۱۱۸۲ھ

لعنت اللہ علی بائع و مشتری ھذا المقبرہ۔ ۱۲ ذیقعدہ سنہ ۱۱

سنہ ۱۱ سے بظاہر شاہ عالم کا سنہ جلوس مراد ہے، کیونکہ تخت نشینی سے گیارہواں سال ہوتا ہے۔ لعنت اللہ کے مضمون کی کہاں تک پابندی کی گئی خدا کو معلوم۔

**رس پٹہ کی گلی کا گورستان:** میر قطب الدین کے مقبرہ سے کوئی چار سو گز آگے پورب راستہ کے دکھن جانب پچاس قدم پر ایک گورستان ہے۔ اس گلی کو رس پٹے کی گلی کہتے ہیں۔

**سید علی عظیم کی قبر ۱۲۲۴ھ:** گورستان میں پچھم جانب گوشہ کے قریب ایک قبر کے سرہانے دس انچ لمبی اور سات انچ چوڑی سنگ مرمر کی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

"کل نفس ذائقۃ الموت" سید علی عظیم مرحوم بتاریخ ۵ شہر ذیعقدہ ۱۲۲۴ھ یوم شنبہ وقت صبح انتقال کرد۔"

**سید نظام الدین کی قبر ۱۲۰۵ھ:** گورستان کے بیچ میں ایک قبر پر سنگ موسیٰ کی بیس انچ لمبی اور ساڑھے گیارہ انچ چوڑی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نہ پوچھو دوستو کچھ حال اس دنیائے فانی کا — عجب عبرت سرا یہ ہے عجب حیرت کا مسکن ہے
حیات چند روزہ جس کو لے آتی ہے آتا ہے — مگر ٹھہرے تو کیا ٹھہرے خزاں پر جیتے گلشن ہے
برنگ بو جسے دیکھو وہی مہمان ہے دم بھر کا — گرفتہ دل جو غنچہ ہے تو گل کا چاک دامن ہے
نہال گلشن سادات تھے سید نظام الدین — ہوائے مرگ سے افتادۂ خاک ان کا اب تن ہے
کبھی ہوتی تھی ان کی پرورش آغوش مادر میں — کنار گور میں اب رحمت حق سایہ افگن ہے
یہی شاہ و گدا کا حال ہے اے غافلو دیکھو — یہ کیا سونے کی جا ہے خاک جس پر سیکڑوں من ہے
مجید خستہ دل کو فکر تھی تاریخ رحلت کی — کہا ہاتف نے لکھ یادِ نظام الدین مدفن ہے ۱۲۰۵ھ

**گھسو بی بی کی قبر ۱۲۱۳ھ:** گورستان میں دکھن پورب جانب ایک قبر کے سرہانے گچ میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"کل من علیها فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام"

گھسو بی بی کا انتقال ہوا — سب کو بے انتہا ملال ہوا

تاریخ ۲ ذیقعدہ ۱۲۱۳ھ

**گلشن حیدری:** رس پٹے کی گلی والے قبرستان سے متصل پورب اور دکھن ایک امام باڑہ اور مسجد و گورستان ہے۔ یہ جگہ گلشن حیدری کے نام سے موسوم ہے۔

**گلشن حیدری کی مسجد ۱۲۵۴ھ:** امام باڑہ گلشن حیدری کے متصل دکھن ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ اس کے بیچ کے در کے اوپر باہر جانب سنگ موسیٰ کی چودہ انچ اور سات انچ چوڑی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں:

زائر شاہ نجف اکبر علی — ساخت جائے سجدہ بہر خاص و عام
سال تاریخ بنایش را بفکر — گفت لبی ثانی بیت الحرام ۱۲۵۴ ہجری

**امام باڑہ گلشن حیدری میں قبر کا کتابہ ۱۲۱۵ھ:** امام باڑہ کے برآمدے میں دکھن پورب کونے پر سنگ مرمر کی دو گز لمبی اور ڈیڑھ ہاتھ چوڑی لوح مسطح لگی ہوئی ہے۔ جس پر یہ طویل کتابہ ہے:

"ھوالحی القیوم. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. کل من علیها فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام

بسال پانزدہ از بعد یکہزار و سہ صد — ز کین سیاہ خزان تاخت بر بہار افسوس

بباغ عمر جوانی سموم مرگ وزید | که بود او بجهان فخر روزگار افسوس
ببست رخت ز دارِ فنا بملک بقا | کسے که دہر بدو داشت افتخار افسوس
باربعین و شب جمعه بود و ماه صفر | جهان ز ماتم او شد چو شام تار افسوس
نمود خم سر تسلیم بر کمند اجل | رضا بحکم قضا شد بلی و چار افسوس
نہال قد سرافراز آں خجسته جوان | ندانم از چه سبب گشت خاکسار افسوس
ز جور مرگ الا از چه زود خزانی شد | رُخے که بود بہہ از ورد نوبہار افسوس
کسے که شیر فلک را شکار کرده بتیر | چرا بگرگ گر مرگ شد دوچار افسوس
کسے که بود پدر بیوه را و ایتام | چساں ز جور اجل خفته بر مزار افسوس
بخاک خفت کسے کو بزرگ و کوچک را | بیک مثال بہ از دل بود غمگسار افسوس
ز ارتحالش فلک خورد بیحساب دریغ | ز انتقالش جہاں کرد بے شمار افسوس
ز مردنش دل ہمچوں گل اعزه تمام | شده چو لاله نعماں داغدار افسوس
الیم شد همه احبابش اے ہزار دریغ | دو نیم شد دل اصحابش اے ہزار افسوس
علی الخصوص رضیه عفیفه دوراں | زیاده تر ز ہمه گشت دلفگار افسوس
نوشت خامه سنجر بسال تاریخش | زہے بسوے جناں رفت اے ہزار افسوس

۱۲۱۷ ہجری النبوی

دریغا کو بروز اربعین و در شب جمعه | رضا تسلیم جاں کرد و فسرد از غم جہانے را
الا ایک آسماں مجد و ہمت بود حیرانم | زمین در خویش گنجانید چوں یک آسمانے را
الٰہی آتشے بر جاں مرگ ناگہاں افتد | خدا برقے فرستد خرمن مرگ ناگہانے را
فلک تا چند ترمت باد زیں کردار ز داور | چرا بر باد سازی ہر دمے یک خانمانے را
بری تا چند باد اشں اجل از گلشن گیتی | بناکامی نہال قامت سرو روانے را
ز ہجر یوسف گم گشته با سوز جگر نالم | که سوز ناله ام آتش زند یک کاروانے را
بجز در دانه اشک از تغیر لعل لخت دل | تہی دستم ندارم تا که آرم ارمغانے را
ز گریه ناصحا پندم مده فرماے معذورم | که از خاشاک بسته راه یک سیل دمانے را

کمان شد قامت چرخ ستم ایجاد زیں ماتم — کہ خود میخواستے تیر حوادث یک کمانے را
سرے آخر برآرا ز خاک اے رعنا جوان من — چہ گرد دگر ز روے لطف بینی نوحہ خانے را
پے تاریخ سال رحلتش سنجر چنیں گوید — عناں پیچیدہ موت از عمر جاویداں جوانے را
سروشے گفت بامن سال تاریخ وفات او — اجل از پاے افگند ست سنجر تو جوانے را

۱۲۱۵ھ

دنیاے بے وفا کو سمجھتا وفا شعار — اُس سے بعید ہے جسے کچھ پاس دیں ہے
بچھتا تھا جس کے واسطے مخمل کا فرش نرم — افسوس آج اُس کا بچھونا زمیں ہے
گویا ہے جھک کے سقف مکاں شکستہ حال — ڈھونڈھوں کہاں کدھر مرا پیارا مکیں ہے
کہتی تھیں جن کو راضیہ بیگم بہ افتخار — داماد میرا دیکھ لو دُرِّ یمیں ہے
عباس نام اور محمد رضا شہیر — دلبر یہ اسم صورت نقش نگیں ہے
افسوس جب سے دامن لطف اسکا گم ہوا — پٹنہ تمام جامہ بے آستیں ہے
تقوی و زہد و بذل میں تھا وہ فرید دہر — منکر ہو اُس کے علم کا جو وہ لعین ہے
چہلم کے روز مرنے سے اس کے کھلا یہ حال — اس کا بھی غم نشیں ہے جو مجلس نشیں ہے
کیونکر نہ پنجشنبہ کو دنیا سے وہ اُٹھے — جو پنجتن کے عشق کا دل سے امیں ہے
عباس سال فوت کی تجکو ہے کیا تلاش — حامی ترا امام رضا بالیقیں ہے
مشہد کے سمت سے یہ صدا آرہی ہے سن — عباس پاے بوس رضاے حزیں ہے

۱۲۱۵ھ

**سید نجف علی کی قبر ۱۲۶۱ھ:** امام باڑے کے سامنے پورب ایک تختہ قبر کے سرہانے سنگ موسیٰ کی سوا دو فیٹ لمبی اور ایک فیٹ چوڑی لوح لگی ہوئی ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دریغا آں امام و قبلہ دیں — چراغ افروز راہ بزم ارشاد
فقیہ و عالم و علامۂ عصر — اساس ورع را بودست بنیاد
نجف را ما علی سازی جو منعم — ز نام نامی پاکش دہد یاد
سروش غیب سال رحلتش خواند — ستون کعبہ دیں حیف افتاد

۱۲۶۱ھ

کتبہ السید مرتضیٰ انھونھردی۔ محمد صادق ذاکر کندہ نمود سبط السید مرحوم۔"

**نواب یوسف علی خاں کی قبر ۱۳۱۴ھ:** متذکرہ بالا قبر کے متصل پورب جانب ایک پختہ قبر ہے جس کے کتبے کی لوح (ڈھائی فیٹ لمبی اور سوا فیٹ چوڑی سنگ موسیٰ کی) فی الحال قبر سے علیحدہ ہو گئی ہے اور قریب ہی میں کسی نے رکھدی ہے۔ کتابہ کی عبارت حسب ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (خط طغریٰ میں)

| | |
|---|---|
| واحسرتا رفت از جہاں آں سر کردہ کاملاں | نواب عالیجاہ ما یوسف علی خاں ذوالکرم |
| ہر حرف او متن متیں ہر کلمہ او دل نشیں | چشمم نہ دیدہ ایں چنیں دانا رئیس محتشم |
| او کردہ نستعلیق را تشریف صد خوبی عطا | الحق کہ نام نامیش در خیل استاداں رقم |
| اسلام را رونق ازو ایماں را زو آبرو | در عشق شاہ کربلا دل داغدار و چشم نم |
| اگویہ در اصناف خود بے مثل در اوصاف خود | یارب چناں در یک بشر چندیں محامد شد بہم |
| مانند گلہا خندہ رو پاکیزہ دل پاکیزہ خو | در باغ دنیا مسکنش ماواش در باغ ارم |
| اے شاد تاریخش چنیں بر گفتم از روئے یقیں | باشد الٰہی جنتی ایں صاحب سیف و قلم ۱۳۱۴ھ |

"کتبہ کمترین مرزا لطف علی خاں غفرلہ یکے از تلامذہ جناب نواب یوسف علی خاں جنت آرام گاہ۔"

**عبدالحسین خاں کی قبر ۱۳۱۰ھ:** امام باڑے سے اتر ایک پختہ قبر کے سرہانے سنگ مرمر کی لوح پر یہ اشعار کندہ کیے ہوئے ہیں:

اللہ

محمد

| | |
|---|---|
| ہزار حیف کہ عبدالحسین خاں شد فوت | زہے جواں و سہے قامت و زہے شانش |
| نثار جان و دل او برا اہل بیت رسول | چہ مومنے کہ بہر نہج پختہ ایمانش |
| بیاض صبح ز نور حسین او بیدا | بہار خلد نمایاں ز روے خندانش |
| برب کعبہ دلم خوں ز مرگ اداے شاد | رواں سرشک غم از چشم من ز ہجرانش |
| چو گشت داخل جنت براے سال درود | بقصر خلد رسیدی بگفت رضوانش ۱۳۱۰ھ |

"یہ قبر سید عبدالحسین خان عرف جمو نواب صاحب برقؔ مرحوم کی ہے۔ بتاریخ ۲۵ ماہ صفر ۱۳۱۰ھ بروز شنبہ انتقال کیا۔"

**قبر کلثوم بیگم ۱۳۲۳ھ:** اوپر والی قبر کے پاس دوسری قبر پر سنگ مرمر کی دو فیٹ لمبی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

"قبر کلثوم بیگم دختر سید عبدالحسن خاں عرف مجّو نواب صاحب ساکن محلہ ہاتھی خانہ بتاریخ ۱۸ محرم ۱۳۲۳ھ - ۱۴ اپریل ۱۹۰۵ء۔"

**بشارت حسین کی قبر ۱۳۰۸ھ:** نواب یوسف علی خاں کی قبر سے پورب ایک قبر پر معمولی پتھر کی ڈیڑھ فیٹ لمبی اور ایک فیٹ چوڑی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

"بشارت حسین عرف میاں چھوٹو ساکن کوچہ ڈنکا۔ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ۔"

**محمد علی ذاکر کی قبر ۱۳۲۲ھ:** بشارت حسین کی قبر کے قریب ایک تختہ قبر پر سنگ موسیٰ کی چودہ انچ لمبی اور چھ انچ چوڑی لوح پر یہ اشعار کندہ کیے ہوئے ہیں:

یا رحیم

| | |
|---|---|
| چون محمد علی ذاکر آہ | رفت در باغ خلد بیش حسین |
| گفت تاریخ رحلتش شہرت | آہ افسوس ذاکر حسین |

یکم جمادی الثانی ۱۳۲۲ھ

**سونار ٹولی میں ڈاکٹر مرزا معشوق علی کی قبر ۱۳۴۶ھ:** گورہٹہ سے کچھ پورب شارع عام سے ایک سڑک تقریباً نصف میل لمبی دکھن کو جاکر محلہ مغلپورہ کے راستہ سے مل گئی ہے۔ اس سڑک کے پورب جو محلہ ہے سنار ٹولی کہلاتا ہے۔ اس سڑک کی جنوبی حد کے پاس ڈاکٹر مرزا معشوق علی کا مکان ہے جس کے اندر دکھن پچھم گوشہ میں ڈاکٹر مرزا معشوق علی کی قبر پر سرہانے دو فیٹ لمبی اور ایک فیٹ چوڑی سنگ مرمر کی لوح لگی ہوئی ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے: بسم اللہ الرحمن الرحیم

| | |
|---|---|
| آہ از جور و جفائے گردوں | نیست قلبے کہ نگشتہ نالاں |
| ستم تازہ ببیں اے احمد | مومنے خالصے رفتہ زجہاں |
| محسن ما ہمہ معشوق علی | عاشق آل نبی از دل و جاں |
| ڈاکٹر بود و شدہ آخر کار | خود[1] حکم علی الاطلاق رواں |

---

[1] اصل عبارت میں لفظ "خود" نہیں ہے۔ راقم کے خیال میں کاتب کی غلطی سے چھوٹ گیا ہے، اسلیے سیاق و مفہوم کے مطابق غلطی کی تلافی کیلے لفظ "خود" لکھ دینا ضروری معلوم ہوا۔

| | |
|---|---|
| شب دوشنبہ بدُو ساعت ہشت | کہ شدہ آہ در آنے بے جاں |
| نیست قلبے کہ نگشتہ مغموم | نیست چشمے کہ نہ باشد گریاں |
| گفت ہاتف پے سالِ رحلت | دوشش معشوق علی شد بجناں |

"تاریخ انتقال ڈاکٹر مرزا معشوق علی ۱۵ رجمادی الثانی ۱۲۷۶ھ ہجری

**محلہ باغ میر گلابی شاہ وارث علی کی قبر ۱۲۲۱ھ:** پادری کی حویلی کے سامنے تقریباً تین سو گز سڑک سے دکھن جو محلہ ہے باغ میر گلابی کے نام سے مشہور ہے۔ اس محلہ میں گلی سے دکھن جانب شیخ غلام حیدر عرف منو میاں کا مکان ہے۔ جس میں اب ان کے ورثار رہتے ہیں۔ مکان کے اندر مختصر صحن میں ایک پختہ قبر کے سرہانے سنگ موسیٰ کی ۱۷ سترہ انچ چوڑی اور ۳۶ چھتیس انچ لمبی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کل شیٔ ھالک الا وجہہ۔"

| | |
|---|---|
| ذاکر و صابر عابد و زاہد | شاہ وارث علی ولی خدا |
| روز دوشنبہ و دویم ذیقعدہ | گز فنا رفت سوے دار بقا ۱۲۲۱ھ |

آخر مصرعہ کے اعداد جوڑنے سے ۱۲۲۲ھ نکلتا ہے۔ لیکن متقدمین کے ہاں تاریخ میں ایک عدد کی کمی بیشی چنداں قابل لحاظ نہیں۔ (اس کتبہ کو نقل کرنے کے بعد ہی راقم مولوی علی رشید صاحب مرحوم سے ملنے گیا۔ جو نواب امداد امام مرحوم کے بھائی ہوتے تھے۔ وہ فرمانے لگے کہ ایک بار شاہ وارث علی قدس سرہ جن کا مزار دیوہ شریف ضلع بارہ بنکی میں ہے پٹنہ تشریف لائے اور صبح کو یکایک ہم لوگوں سے کہنے لگے کہ اپنے ہم نام کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کو جاتا ہوں۔ سب لوگ ساتھ ہو لیے وہ یہاں تشریف لائے، اور انھوں نے اور سب نے فاتحہ پڑھی، لیکن یہ راز نہ کھلا کہ حضرت کو اس مزار کا حال اور پتہ کیونکر معلوم ہوا تھا۔)

اس قبر سے دکھن کچھ فاصلہ پر میر گلابی کی پختہ قبر ہے۔ چبوترہ کے اوپر خوشنما ترشے ہوئے پتھر کے کچھ ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں جن سے گمان ہوتا ہے کہ شاید قدیم زمانہ میں اس جگہ کوئی سنگین عمارت ہوگی۔

**محلہ شاہ کی املی میں ایک مقبرہ ۱۲۱۲ھ:** محلہ کشمیری کوٹھی سے پورب باغ کالو خاں سے دکھن اور لودی کٹرہ سے اتر گویا ان محلوں کے درمیان میں محلہ شاہ کی املی واقع ہے۔ اس محلہ میں ایک قدیم مسجد کے صحن کے احاطہ کے اندر دکھن جانب ایک مقبرہ ہے جو دبیہ سلطان کے خاندان کا مقبرہ کہلاتا ہے۔ ایک چھوٹی چہار دیواری کے مشرقی دیوار میں سنگ سیاہ کی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں۔ کتبہ کی لوح بفاصلہ

شکل کی اٹھارہ انچ لمبی اور چودہ انچ چوڑی ہے۔ چہار دیواری کے اندر تین بڑی قبریں اور کئی بچوں کی قبریں ہیں:

هوالکریم

بجنت چو شتافت آں نیک تن      بسال وفاتش شدم رائے زن

زحوراں شنیدم بہ تعظیم او      بیاد بیا باغبان عدن    ۱۲۱۲ھ

جن لوگوں کے خاندان کا یہ مقبرہ ہے وہ اس کے سامنے پورب جانب رہتے ہیں، ان کا بیان ہے کہ ان کے مورث اعلیٰ میں یہی پہلے شخص تھے جو کابل سے یہاں آئے اور مرنے پر اس مقبرہ میں دفن کیے گئے۔ اس سے زیادہ حالات معلوم نہیں۔

**محلہ کشمیری کوٹھی میں فضل علی کی مسجد ۱۲۵۷ھ** : صدر گلی سے جو راستہ داہنی جانب سیدھا دکھن کنگھیا ٹولے تک چلا گیا ہے اس میں نصف راہ طے کرنے پر راستے کے متصل پورب ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس کے بیچ کے در پر سنگ موسیٰ کی سوا فیٹ لمبی اور ایک فیٹ سے کسی قدر زیادہ چوڑی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کرد چو فضل علی سید عالی نسب      خانہ متقوی درست مسجد عالی ہمم

از مدد مومنیں گرچہ شد آغاز او      لیک ز فضل علی گشت بنایش اتم

فکر بتاریخ او کرد چو شاکر ز دل      گشت ز ہاتف ندا ثانی بیت الحرم

۱۲۵۷ ہجری النبوی صلی اللہ علیہ وسلم

**محلہ کنگھیا ٹولے میں چند کتابے**

**شیخ قادر بخش کی مسجد ۱۲۴۹ھ** : فضل علی کی مسجد سے چند سو قدم دکھن جا کر ایک چوراہا ملتا ہے۔ اسی جگہ سے محلہ کنگھیا ٹولہ شروع ہوتا ہے چوراہے سے تخمیناً پچاس قدم پورب راستے کے دکھن جانب ایک مسجد ہے۔ اس کے بیچ در پر باہر کی جانب آٹھ انچ چوڑا اور قریب قریب اسی قدر لمبا معمولی پتھر لگا ہوا ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے:

"اللہ اکبر۔ مرقومہ بست و یکم ماہ ذی الحجہ ۱۲۴۹ ہجری۔ شیخ قادر بخش۔"

**شیخ غلام یحییٰ عضور کی مسجد ۱۲۰۷ھ** : شیخ قادر بخش کی مسجد سے پچاس ساٹھ قدم آگے پورب جا کر ایک گلی اتر جانب کو جاتی ہے۔ اسی گلی میں چند قدم جا کر داہنی جانب دروازے کے اوپر سولہ انچ لمبی اور ایک فیٹ چوڑی سنگ موسیٰ کی لوح لگی ہوئی ہے۔ جس پر یہ عبارت کندہ ہے:

"لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

در زمان سعید این مسجد — کہ بنا شد ز فضل ربانی
ہاتف غیب سال تاریخش — گفت بیت المقدس ثانی فی ۱۲۰۷ھ

مسجد کے بیچ کے در کے اوپر سنگ سیاہ کی دس انچ لمبی اور تین انچ چوڑی لوح پر یہ عبارت ہے:

"قائل تواریخ غلام یحیٰ بانی مسجد"

اوپر والی لوح کے نیچے ایک اور سنگ سیاہ کی محراب نما تراشی ہوئی لوح پندرہ انچ لانبی اور نو انچ چوڑی لگی ہوئی ہے۔ جس پر یہ عبارت کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

این عبادتگاہ ابدا باد باد — سال انجام ۱۲۰۷ الہجریہ

**مسجد کے محراب کا کتبہ:** مسجد کے اندر پیش نماز کی جگہ کے سامنے محراب کے اوپر آٹھ انچ مربع سنگ سیاہ کی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے: "سجدہ گاہ غلام یحیٰ ۱۱۹۷ھ"

**شیخ غلام یحیٰ حضور کی قبر:** مسجد کے صحن میں پورب جانب ایک چبوترہ پر دو سنگین قبریں ہیں جن میں سے ایک سنگ مرمر اور دوسری سنگ موسیٰ کی بنی ہوئی ہے۔ پورب جانب جو قبر ہے اس کے سرہانے سنگ موسیٰ کی ایک فیٹ لمبی اور نو انچ چوڑی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں:

پس از من بر سر خاکم چو آئی — دعائے از برائے من نمائی
زبان اہل دل تاثیر دارد — بود شاید ز عصیانم رہائی

اسی قبر کے پاس شیش محل (دولی گھاٹ) کی مسجد کے دو کتابے بھی رکھے ہوئے ہیں چونکہ یہ کتابے شیش محل کی مسجد کے ہیں اسلیے ان کا حال شیش محل کی مسجد کے حالات میں درج کیا گیا ہے۔

(لودی کٹرہ) **مراد النساء کی مسجد ۱۲۲۳ھ:** یہ مسجد مولوی بدر الحسن صاحب آنریری مجسٹریٹ کے مکان کے سامنے دکھن جانب واقع ہے۔ یہ میر امیر جان کی مسجد بھی کہی جاتی ہے۔ مسجد کے نیچے کمرے بنے ہوئے ہیں جس میں دوکانیں ہیں۔ مسجد کے بیچ کے در کے اوپر سنگ سیاہ پر یہ عبارت کندہ ہے:

سبحانہ — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — جل شانہ

چون مراد النساء ز حق آگاہ — خوش بنا کرد مسجد دلخواہ

یافتم سال او زروے طلب | فاذکروا فیہ دائماً للہ | ۱۲۲۳ھ

**لودیکٹرہ میں دوسری مسجد ۱۲۲۳ھ:** میر ابوسعید کے مکان سے اتر جانب ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس کے بیچ کے در کے اوپر سنگ سیاہ کی دو فیٹ لمبی اور نو انچ چوڑی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

"افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ ۱۲۲۳ھ۔ ابوبکر، عمر، عثمان، علی۔"

یہ مسجد مراد النساء کی مسجد سے تین سو قدم کے فاصلہ پر اتر جانب گلی میں واقع ہے۔"

**لودیکٹرہ میں ایک مسجد کا کتبہ ۱۲۰۲ھ:** محلہ لودی کٹرہ میں تھانہ کے قریب ایک قدیم مسجد ہے۔ فی الحال مرمت نہ ہونے کے سبب اس کے کتبہ کی لوح عمارت سے علیحدہ ہوگئی ہے اور محلہ میں ایک رئیس کے مکان میں رکھدی گئی ہے۔ کتبہ حسب ذیل ہے:

لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

چوں این مسجد بتائید الٰہی | طفیل شاہ ارزانی بنایافت
بتاریخ ہمایوں کلک تقدیر | رقم زد کعبہ ثانی بنایافت | ۱۲۰۲ھ

**حکیم احمد حسین کی قبر ۱۱۹۸ھ:** متذکرہ بالا مسجد کے قریب پورب جانب ایک احاطہ میں متعدد قبریں ہیں، ان میں اتر جانب والی پختہ قبر پر رتھنے میں یہ عبارت کھدی ہوئی ہے۔ بجائے پتھر کے گچ اور چونے میں ہونے کے سبب امتداد زمانہ سے عبارت مٹنے کے قریب ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔"

حکیم سید احمد حسین ماہ عید ۱۱۹۸ھ

**ایک گنبد کی مسجد یا دوندی بازار کی مسجد ۱۰۶۱ھ:** منگل تالاب کے احاطہ کے جنوبی پھاٹک سے دکھن جو محلہ ہے دوندی بازار کے نام سے موسوم ہے۔ اسی محلہ کے اندر ایک گلی سے اتر جانب چھوٹی سی مسجد ہے جو قدیم ہونے کے علاوہ اپنی ساخت کے اعتبار سے بھی قابل ذکر ہے۔ اس کی دیواریں ساڑھے تین فیٹ موٹی ہیں، بیچ میں ایک گنبد ہے اور اس کے دونوں جانب دو نصف گنبد ہیں۔ بیچ کا در تو چھ فیٹ بلند ہے لیکن اور دو در صرف چار فیٹ دس انچ بلند ہیں۔ اندر کی وسعت سوا اکیس فیٹ اتر دکھن اور ساڑھے گیارہ فیٹ پورب پچھم ہے۔ بیچ کے در کے اوپر باہر کی جانب سنگ سیاہ کی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں۔ باہر کا صحن اس کی وسعت سے دوچند زیادہ وسیع ہے:

ساخت خوشنود از پے خوشنودی حق مسجدے — کز شرف کرد بیاں روبند صلحش راز باں

بہر تاریخ بنائے او خرد گفت از ادب — قبلۂ ارباب طاعت کعبۂ اصحاب حال ۱۰۶۱ھ

**ایک قبر کا کتبہ ۱۰۵۹ھ:** محلہ دوندی بازار سے متصل دکھن جانب محلہ فصاحت کا میدان میں شیخ رجب کی مسجد میں سنگ سیاہ کا ایک کتبہ رکھا ہوا ہے جس کے داہنی طرف کی عبارت مٹ گئی ہے۔ پتھر ایک فٹ لمبا اور دس انچ چوڑا ہے جو کچھ حروف اس میں نکلتے ہیں یہ ہے:

زہجرت یکہزار و پنج و نہ بود — کیں غم دل افزود

. . . . . . . . . — سراسر ہمت او سرتا قدم بود

محمد . . . . . . . . فانی — بملک جاودانی رفت اوزود

بجستم از خرد سال وفاتش — خرد گفتا کہ تاریخش زغم بود

قائلہ لطف اللہ — کتبہ: غریب محی الدین

مسجد کے مہتمم نے بیان کیا کہ انھوں نے بزرگوں سے سنا تھا کہ یہ محمد شاہ عالم نامی کسی شخص کی قبر کا کتبہ ہے۔ اس سے زیادہ کچھ حال معلوم نہیں۔

**منگلس ٹینک روڈ کا حال:-** شایستہ خاں کے کٹرے سے تقریباً دو سو گز پورب چوک، کے قریب سے ایک، سڑک دکھن کو جاتی ہے جو ریلوے لائن کے قریب ریلوے فیڈر روڈ میں مل گئی ہے۔ فی الحال اس راستہ کو منگلس ٹینک روڈ کہتے ہیں۔

**پیار النساء کی قبر ۱۱۹۹ھ:** چوک سے منگلس ٹینک روڈ پر کوئی چار سو گز دکھن جاکر پٹنہ سٹی اسکول کے سامنے پورب اور راستہ کے بائیں جانب ایک گورستان میں چند قبریں پختہ ہیں۔ ان میں بیچ والی قبر پر سرہانے دس انچ لمبی اور سات انچ چوڑی سنگ موسیٰ کی لوح لگی ہوئی ہے۔ جس پر یہ قطعہ تاریخ وفات کندہ ہے:

پیار النسا بنت نور النساء — سر از آہ ابر داشت گفتا حسین

بشہر محرم ز دنیا گذشت — گل پاک دامن بفردوس رفت "۱۱۹۹ ہجری المقدس"

معلوم نہیں اس میں بجائے باپ کے نام کے صاحب قبر کی ماں کا نام کیوں لکھا ہے۔ کتبہ کا پتھر سابق میں غالباً قبر کے سرہانے پائے میں لگا ہوا ہوگا۔ لیکن پائے کے ٹوٹ جانے پر قبر کی سطح پر جما دیا گیا ہے:

**منگل تالاب :** منگلس مینک روڈ کے پچھم جانب واقع ہے. اس تالاب کی صورت حرف " S " ہے. سابق میں یہ جگہ شیخ مٹھا کی گڑھی کہلاتی تھی اور عفونت اور گندگی سے بھری رہتی تھی۔ ۱۸۷۶ء میں اس کو کھود کر تالاب بنا ڈالا اور مسٹر اے. سی. منگلس A.C. MANGLES جو ۷۷-۱۸۷۱ء تک مجسٹریٹ تھے انھیں کے نام سے موسوم کیا گیا۔

پروفیسر کمرنڈل نے اینشینٹ انڈیا صفحہ ۲۱۲ میں اس کے متعلق حسب ذیل واقعہ لکھا ہے:

" ۱۸۷۶ء کے جاڑے کے موسم میں شیخ مٹھا کی گڑھی میں جو چوک اور پٹنہ سٹی اسٹیشن کے درمیان میں واقع ہے۔ ایک تالاب کھودا جا رہا تھا۔ کیچڑ کی سطح سے نیچے بارہ یا پندرہ فیٹ کھودنے پر اینٹ کی دیوار کی نیو نمودار ہوئی۔ یہ دیوار کھودنے کے مقام سے بہت دور تک چلی گئی تھی۔ غالباً سو گز سے بھی زیادہ لمبی تھی۔ اس کا صحیح اندازہ لگانا ممکن نہیں۔ اسی دیوار کے قریب گویا اس کے برابر میں کاٹھ کے احاطہ کی آڑ کا سلسلہ تھا، جس کی مضبوط لکڑیاں کسی قدر اس دیوار کی طرف جھک گئی تھیں۔ ایک جگہ پر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ باہر نکلنے کا راستہ بنا ہوا ہے کیونکہ دو چوبی کھمبے جو بظاہر اس جگہ کی قدیم سطح سے آٹھ نو فیٹ بلند تھے۔ پھاٹک کے کھمبوں کی طرح معلوم ہوتے تھے اور ان کے درمیان میں احاطہ کی آڑ کا بھی کوئی نشان نہ تھا۔

ان کے علاوہ کئی کوئیں اور گڈھے اور بھی ملے اور یہ سب مٹی کے ظروف کے ٹکڑوں سے بھرے ہوئے تھے۔ ان کے نمونے ملاحظہ کرنے پر معلوم ہوا کہ ان کی صورتیں حال میں جس قسم کے برتن مستعمل ہیں ان سے مختلف ہیں۔ ایک کنواں صاف کیا گیا تو اس کا پانی نہایت عمدہ نکلا اور اس کے صاف کرنے میں مٹی کے اندر سے کدال کے آہنی سرے اور ایک بڑے ظرف یا کشتی کے ٹکڑے برآمد ہوئے۔"

اس واقعہ کا حوالہ کرنل ویڈل نے اپنی رپورٹ بابت پاٹلی پتر مطبوعہ ۱۸۹۲ء صفحہ ۱۹ میں بھی دیا ہے۔ لیکن مسٹر بیگلر نے جب اس واقعہ کے متعلق تحقیقات کی تو اس کا کچھ پتہ نہ چل سکا۔

ڈاکٹر بکانن ہملٹن نے اپنی رپورٹ ۱۸۱۲ء میں لکھا ہے کہ شہر میں ایک بڑا تالاب بلکہ جھیل ہے جو برسات میں بھر جاتا ہے اور بعد کو جوں جوں خشک ہوتا ہے، اس کی کثافت بڑھتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ موسم بہار میں سخت ناگوار ہو جاتی ہے۔

مارٹن صاحب کی کتاب ایسٹرن انڈیا جلد ۱ صفحہ ۳۷ میں بھی اس کا اعادہ کیا ہے۔

منگل تالاب کے پچھم دکھن جانب خانقاہ عمادیہ ہے جہاں کتب خانہ میں قلمی کتابوں کا عمدہ ذخیرہ ہے۔

**چوک شکار پور کی مسجد، ۱۲۸۷ھ:** پٹنہ سٹی اسکول سے تقریباً پچاس گز آگے دکھن اور سڑک کے پچھم جانب چوراہے پر ایک چھوٹی مسجد ہے جو مع صحن چونتیس فیٹ لمبی اور ۲۱ فیٹ سے کچھ زیادہ چوڑی ہے بیچ کے در کے اوپر بیس انچ لمبے سیاہ پتھر پر حسب ذیل عبارت کندہ کی ہوئی ہے:

| | |
|---|---|
| زنو آراستند ایں مسجد کہنہ شدہ باہم | مسلمانان ہمسایہ ز توفیق خدائے پاک |
| زنو این مسجد کہنہ شدہ آراستہ گویم ۱۲۸۷ھ | نبے آراستہ پیراستہ تاریخ آں یحییٰ |

"کندہ محمد صادق ذاکری۔ سید سلامت علی کارپرداز" یہ مسجد میر سلامت علی کی مسجد بھی کہی جاتی تھی۔

**چوک شکار پور کی دوسری مسجد ۱۳۰۲ھ:** یہ مسجد پہلی مسجد سے تقریباً دو سو گز آگے دکھن اسی سڑک پر پچھم طرف واقع ہے بیچ کے در کے اوپر پندرہ انچ لمبی اور نو انچ چوڑی کتبہ کی لوح سنگ موسیٰ کی لگی ہوئی ہے جس کی عبارت یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

| | |
|---|---|
| مسجد بنا نمود کہ با عرش ممبر است | اکبر حسین آنکہ محب پیمبر است |
| روح القدس چتر زدہ از بال شہپر است | شد معبد ملوک و ملائیک و جن و انس |
| در شہر جلبیش ز سر انجام زیور است | در یکہزار سہ صد و دو ہجرت رسول |
| تاریخش اے علیم بیک بیت مضمر است | فصلی تو دو دو فزوں بر دو صد و ہزار |
| ایام بد بکام کہ ایں بیت اکبر است | خوش مسجدے کہ کعبہ دنیا و دیں بود |
| ۱۳۰۲ھ | ۱۲۹۲ فصلی |

بفضلہ تعالےٰ امسجد ہذا تعمیر کردہ شیخ اکبر حسین ساکن موضع بڑا ڈیہہ پرگنہ تلاڑہ ضلع پٹنہ بہ شہر رجب مطابق ماہ جیٹھ سنین متذکرہ بالا طیار شد۔ خدا پاک قبول نماید (لفظ تیار کو ط سے لکھا ہے اس لیے ویسا ہی نقل کر دیا)۔

مسجد کے سامنے سڑک کے پورب جانب ایک بلند خام چبوترہ ہے۔ اس پر بھی قبر ہے

**محلہ حاجی گنج:** خواجہ عنبر کی مسجد سے تخمیناً تین سو گز آگے پورب جا کر سڑک کی ایک شاخ قلعہ کی طرف چلی گئی ہے اور دوسری چمر وٹنڈیہ کے امام باڑے سے دکھن حاجی گنج کی طرف جاتی ہے۔ اس

راستہ میں پہلے بائیں جانب (سڑک سے پورب) چمرو ڈنڈیہ کا امام باڑہ ہے۔ اس سے تخمیناً سو قدم آگے بڑھ کر داہنے ہاتھ کو حاجی تاتار کی مسجد ہے۔

**حاجی تاتار کی مسجد[1]:** مسجد کے احاطہ میں داخل ہونے پر پہلے ایک وسیع چبوترہ نظر آتا ہے۔ جس کے کنارے پر سیاہ پتھر لگے ہوئے ہیں جن میں نہایت خوشنما پھول ترشے ہوئے ہیں۔ مسجد کے تین در ہیں جو بارہ بارہ فیٹ کے قریب بلند ہیں اور ان میں بھی ویسے ہی پھولدار سیاہ پتھر لگے ہوئے ہیں۔ مسجد کے اندر کا فرش باسٹھ فیٹ لمبا اور ساڑھے پندرہ فیٹ چوڑا ہے۔ پیش نماز کی جگہ کے سامنے سات فیٹ بلند اور چار فیٹ کے قریب چوڑا محراب بنا ہوا ہے جو نہایت خوشنما ترشے ہوئے سیاہ پتھر وں سے بنایا گیا ہے بیچ کا گنبد فرش سے بائیس فیٹ سے کچھ زیادہ بلند ہے اور اسکے دونوں جانب بجائے گنبد کے لداو چھت ہے جو محراب کے قاعدہ پر نہایت خوشنما بنی ہوئی ہے۔ اس مسجد میں کوئی کتابہ نظر نہیں آتا لیکن اس میں ترشے ہوئے سیاہ پتھر اس قدر کثرت سے لگائے گئے ہیں کہ اتنے پتھر کسی دوسری مسجد میں دیکھنے میں نہیں آتے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ پتھر یقینی اس مسجد کے لیے نہیں تراشے گئے تھے بلکہ کسی دوسری عمارت سے لیکر لگا دیا گیا ہے۔ اکثر جگہ پتھر بے جوڑ دکھائی دیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ خوش نما ترشے ہوئے پتھر پاٹلی پتر کے کھنڈروں سے لیے گئے ہوں۔ احاطہ کے دروازے کے قریب تین پختہ قبریں بھی ہیں۔ لیکن کوئی کتابہ نہیں معلوم نہیں کس کی قبریں ہیں۔

۱۱۶۴ھ مطابق ۱۷۵۰ء میں سراج الدولہ نے علی وردی خان سے باغی ہو کر قلعہ عظیم آباد پر قبضہ کرنے کے لیے لالہ جانکی رام نائب صوبہ دار سے اسی مسجد کے سامنے جنگ کی تھی جس میں نثار مہدی خاں وغیرہ مارے گئے۔

**منشی کاظم علی کی مسجد ۱۲۱۴ھ:** حاجی تاتار کی مسجد سے چند سو قدم آگے دکھن داہنے ہاتھ کو منشی کاظم علی کی مسجد ہے۔ مسجد کی عمارت پچاس فیٹ سے کچھ زیادہ لمبی ہے۔ تین گنبد ہیں جن میں بیچ کا گنبد کمرخی وضع کا ہے۔ بیچ کے در سے کچھ بلندی پر چھبیس انچ لمبا اور ایک فیٹ چوڑا سیاہ پتھر لگا ہوا ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ فولوا وجوھکم شطر المسجد الحرام

[1] خان بہادر شاد نے "نقش پائدار" حصہ دوم صفحہ ... میں لکھا ہے کہ حاجی تاتار بڑے تاجر تھے۔ ...ھ میں انھوں نے یہ مسجد بنائی۔ لیکن عمارت کی صورت سے ظاہر ہے کہ یہ عہد مغلیہ کی بنی ہوئی ہے۔ اور غالباً اکبر یا جہانگیر کے زمانہ کی تعمیر ہے۔

کاظم علی کہ دم زند از حب اہل بیت | بانگ بگوش منار سینتش سروش زد
چوں ساخت مسجدے کہ بود فرق عرش سا | بشکستہ فرق کفر بگو خانہ خدا

۱۲۴۱ ایکہزار دو صد و چہل و یک ہجری"

خانہ خدا کے ۱۲۶۱ اعداد سے فرق کفر یعنی کاف کے بیس عدد کا تخرجہ کیا ہے اور ۱۲۴۱ھ مسجد کی تعمیر کی تاریخ نکالی ہے۔

**منشی کاظم علی کی قبر کا کتبہ ۱۲۴۸ھ:** بانی مسجد کی قبر اتر پورب جانب کونے میں ہے سرہانے بیس انچ لمبا اور دس انچ چوڑا معمولی پتھر لگا ہوا جس پر یہ عبارت کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چو آں منشی نیک کاظم علی خاں | کہ در کشور خیر پس گشتہ ناظم
برفت از جہاں گفتمش سال رحلت | بوسیدہ والا قدر مہائے کاظم ۱۲۴۸ھ

**حاجی منظور علی خاں کی مسجد جو کمرخی مسجد بھی کہی جاتی ہے۔ ۱۲۱۷ھ:** منشی کاظم علی کی مسجد کے مقابل سڑک سے پورب حاجی منظور علی خاں کی مسجد ہے جو کمرخی مسجد کے نام سے بھی مشہور ہے اس کے بیچ کے در کے اوپر دو فیٹ لمبا اور نو انچ چوڑا سیاہ پتھر لگا ہوا ہے جس پر نہایت خوش خط نستعلیق میں یہ عبارت کندہ ہے:

"بسمہ وسبحانہ۔ اضعف العباد حاجی منظور علی خان خواجہ سرائے نواب نصیر الدولہ بخشی الملک سید ہدایت علی خان بہادر اسد جنگ طباطبائی در سنہ یک ہزار دو صد و ہفتدہ ہجری تعمیر ایں مسجد نمودہ از جمیع المومنین امیدوار دعائے مغفرت است۔" ۱۲۱۷ھ

اس کے تین گنبد ہیں جو کمرخ کی طرح پہل دے کر بنائے گئے ہیں، گنبد فرش مسجد سے سولہ فیٹ بلند ہیں اور اندر سے ان کا قطر نو نو فیٹ ہے۔ کس مپرسی کے سبب یہ مسجد نہایت خراب حالت میں ہے باہر کا چبوترا گر چکا ہے۔ اور جو کچھ باقی ہے نہایت مخدوش حالت میں ہے سڑک کی طرف سے جو راستہ تھا اس کو گھر بنا کر لوگوں نے مسدود کر دیا ہے اب ایک تنگ اور پیچیدہ گلی سے اس کا ایک راستہ رہ گیا ہے۔ نواب ہدایت

ح ن س ن کے خواجہ سرا تے یہ مسجد بنوائی نواب ہیبت جنگ کی صوبہ داری کے زمانہ میں (۱۷۴۲ء)

نائب صوبہ دار عظیم آباد تھے۔ ان کا مفصل حال ہیبت خان کی صوبہ داری اور صفدر جنگ کے عظیم آباد کے حالات میں درج ہو چکا ہے۔

## حاجی گنج کے موڑ سے پٹنہ سیٹی اسٹیشن تک :-

**محلہ دول پورہ شیر شاہی مسجد :** منظور علی خاں کی مسجد کے پاس سڑک پھر پورب مڑ گئی ہے۔ اسی جگہ سڑک سے دکھن ایک گلی محلہ ڈھولپورہ کو جاتی ہے چند سو قدم اسی گلی میں دکھن جانے پر محلہ ڈھولپورہ ملتا ہے۔ شاید شہزادہ عظیم الشان کے زمانہ میں اس کا نام دول پورہ تھا۔ دولت نہ رہی تو نام بھی بگڑ گیا اور افلاس زدوں نے اس کو ڈھولپورہ مشہور کر دیا۔ بہرکیف اسی گلی میں پورب جانب ایک بڑی عمارت نظر آتی ہے جو شیر شاہی مسجد کے نام سے مشہور ہے، مگر حقیقتاً نہ تو یہ مسجد ہے اور نہ شیر شاہ کی بنوائی ہوئی ہے لیکن مدت مدید سے اس سے مسجد کا کام لیا جاتا ہے۔ کسی تاریخ میں شیر شاہ کا یہاں مسجد تعمیر کرانا مذکور نہیں اور ہر شخص ایک نظر ڈال کر خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ کسی نے اپنے مقبرہ کے لیے یہ عمارت بنوائی تھی پہلے اس میں منبر بھی بنا ہوا نہ تھا بیچ میں ایک مربع دالان ہے اور اس کے چاروں طرف محراب دیگر کسی قدر چھوٹے دالان ہیں۔ پوری عمارت ساٹھ فیٹ مربع ہے (عام مسجدوں کے طور پر اتر دکھن لمبی نہیں) بیچ کے دالان پر ایک بڑا گنبد ہے اور چاروں طرف چار چھوٹے گنبد ہیں یہ عمارت بڑی صنعت اور کاریگری سے بنائی گئی ہے جس سمت سے دیکھیے صرف تین ہی گنبد نظر آئیں گے۔ عمارت مستحکم بنائی گئی تھی لیکن ناتمام رہ گئی۔ اندر کے حصہ میں پلاسٹر کا کام بھی نہ ہوا تھا۔ اب تک اینٹیں کھلی ہوئی نظر آتی ہیں، اس عمارت میں کوئی کتابہ نہیں ہے۔ اس کی اینٹیں پیر دمڑیا کی مسجد کی اینٹوں سے مشابہ ہیں۔

محلہ والوں نے بیان کیا کہ ساٹھ ستر برس سے زیادہ ہوئے کہ اس عمارت کے اندر اتر پورب جانب ایک حوض کے طور پر گڑھا پایا گیا تھا جس میں شیشے کے بنے ہوئے گولے تھے حکام وقت ان گولوں کو لے گئے۔ معلوم نہیں اس واقعہ کی کیا اصلیت ہے۔

بہرکیف اس کی قدامت کا اندازہ بعض قبروں کے کتابوں سے ہو سکتا ہے جو اس عمارت کے پاس موجود ہیں۔[1]

**محمد مراد شہید صوفی کی قبر کا کتبہ ۹۴۹ ھجری :** شیر شاہی مسجد کے چبوترے سے چند قدم پورب اور دکھن چند پختہ قبریں ہیں ان میں سب سے قریب تر جو قبر ہے اس کے سرہانے ایک معمولی قسم کا پتھر ہشت پہل ایک فیٹ چھ انچ موٹا اور دو فیٹ لمبا لگا ہوا ہے۔ اس پر یہ عبارت ابھرے ہوئے حروف میں ہے: "محمد مراد شہید صوفی ۹۴۹ھ"۔

---

[1] بہار واڑیسہ ریسرچ سوسائٹی کے پرچہ نمبر ۳-۴ جلد ۱۶، ۱۹۳۰ء میں شہید کو شہنشاہ لکھ دیا ہے۔ راقم نے کتبہ کو پھر دیکھا اور شہید ہی صحیح پایا۔

امتدادِ زمانہ کے سبب حروف کسی قدر مٹ گئے ہیں، لیکن خوردبین کی مدد سے راقم نے نام پڑھ لیا۔ البتہ سنہ صاف نہیں پڑھا گیا۔ قیاس سے ۹۴۹ھ معلوم ہوتا ہے۔ حروف سیدھی سطر میں لکھے ہوئے نہیں ہیں، بلکہ جس طرح چین کی زبان میں ایک حرف کے نیچے دوسرا حرف ہوتا ہے وہی صورت ہے۔ راقم نے بھی اسیطرح نقل کر لیا۔ اسکے آس پاس جو قبریں ہیں، ان پر کوئی کتابہ نہیں ہے۔

**ظریف الملک اشرف علی خان فغاںؔ کی قبر کا کتابہ ۱۱۸۶ھ:** شیر شاہی مسجد[۱] کے متصل اتر جانب گورستان میں ایک تختہ قبر پر سیاہ پتھر[۲] لگا ہوا ہے، جس پر یہ اشعار[۳] کندہ ہیں:

**ھوالرب الرحیم**

| | |
|---|---|
| کوکہ خان آن بہار باغ سخن | سوے خلد برین ز دنیا رفت |
| کرد مفتونؔ چو فکر تاریخش | گفت ہاتف سرور دلہا رفت ۱۱۸۶ھ |

یہ قبر اشرف علی خاں المتخلص بہ فغاںؔ ابن مرزا علی خاں کی ہے۔ یہ احمد شاہ بادشاہ دہلی کا کوکہ (برادر رضاعی) اور اپنے زمانے کا نامی شاعر اور استاد گذرا ہے۔ بادشاہ نے ظریف الملک کا خطاب دیا تھا۔ قطعہ تاریخ وفات غالباً حکیم ابوالحسن مفتونؔ کا کہا ہوا ہے۔ کتبہ کے حروف اس قدر خوش خط ہیں کہ ان کو خط نستعلیق کا اعلیٰ نمونہ کہنا چاہیے۔

**مرزا عزیز کی قبر ۱۲۲۳ھ:** کوکہ خان کی قبر کے پاس دوسری قبر پر بھی سیاہ پتھر پر یہ قطعہ تاریخ وفات کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

| | |
|---|---|
| چون شد مرزا عزیز از امر تقدیر | مقامات عدم را جادہ پیما |
| برآمد از زبان خامہ تاریخ | عزیزم رفت آہ از مصر دنیا ۱۲۲۳ھ |

**شیخ عنایت حسین ذاکر امام کی قبر ۱۲۴۹ھ:** کوکہ خان کی قبر سے دکھن چند گز کے فاصلہ پر ایک پختہ قبر کے سرہانے معمولی قسم کا پتھر لگا ہوا ہے جس پر یہ قطعہ تاریخ وفات کندہ ہے:

| | |
|---|---|
| شیخ عنایت حسین کز خلقش | طبع احباب زندگی می برد |
| نو گل گلشن حیاتش حیف | از دم صرصر اجل پژمرد |
| نوحہ خوانے بد از کمال ولا | شیر کی جز غم حسین نخورد |
| جست چون سال فوت او فریاد | گفتمش ذاکر امام بمرد ۱۲۴۹ھ |

---

[۱] ذیل پارہ تیاب جسے عام طور پر دھوں پورا کہا جاتا ہے۔ [۲] جس عمارت کو شیر شاہی مسجد کہتے ہیں اس کے متعلق یہ عرض کر دینا بے محل نہ ہوگا کہ اس کی ساخت اور مسجدوں سے بالکل جدا گانہ ہے۔ مسجدیں عموماً اتر دکھن لمبی ہوتی ہیں، لیکن اس کا فرش مربع اور مقبرے کے طرز پر ہے۔ درمیان میں ایک بڑا گنبد اور چاروں کونوں پر چار چھوٹے گنبد اس صنعت سے بنے ہوئے ہیں کہ جس سمت سے دیکھیے تین ہی گنبد نظر آتے ہیں۔ کسی قدیم کتاب سے اس کا شیر شاہ سے تعلق ثابت نہیں۔ راقم کی رائے میں یہ عمارت مقبرے کے لیے بنی تھی، بعد کو اس سے مسجد کا مصرف لیا گیا۔ ۱۹۳۴ء کے زلزلے میں اسے بہت نقصان پہنچا ہے۔ [۳] سنگ موسیٰ تکہ خوش خط نستعلیق میں۔

**مسماۃ نصیبن کی قبر ۱۲۸۶ھ:** کوکہ خان کی قبر سے چند گز پچھم ایک پختہ قبر کے سرہانے سیاہ پتھر لگا ہوا ہے۔ اس کے دونوں جانب دو تاریخی قطعات کندہ ہیں جو شاد عظیم آبادی کے کہے ہوئے ہیں:

هوالاحد

غفرها

۱۲۸۶

ان المیتة فی جنت النعیم

۱۲۸۶

| | |
|---|---|
| الاشاد ابصر زماناً وحاله | لقدمات جم غفیر حبیباً |
| وفی رحلة ذات هذا المزار | فوادی کیئب حزیناً شلیباً |
| لتاریخها ازادتسعه وعشرون | فصارت الی الحق نصیباً نصیباً |

پتھر کی پشت پر یہ عبارت ہے: "ھوالباقی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔"

| | |
|---|---|
| ببین کہ صاحب ایں قبر بی نصیبن نام | بہ عین فصل جوانی زدار محنت رفت |
| گذشتہ بود فقط سیزدہ زماہ صفر | کہ روح از تن گلگون او چو نکہت رفت |
| چو خواستم کہ نویسم سن وفاتش شاد | ہمین رسید ندا مومنہ بہ جنت رفت ۱۲۸۶ فصلی |

**حسینی بیگم کی مسجد ۱۲۴۲ھ:** شیر شاہی مسجد سے کوئی سو قدم آگے دکھن گلی سے پورب جانب حسینی بیگم کا امام باڑہ تھا جس کی بنیاد کا کسی قدر نشان باقی ہے۔ اسی سے متصل حسینی بیگم کی مسجد ہے یہ بھی اچھی حالت میں نہیں ہے۔ مسجد چھوٹی ہے لیکن بلند ہے بیچ کے در پر کتابہ ہے جس کی عبارت یہ ہے:

| | |
|---|---|
| بہ حسن طینت و صدق صفات کرد بنا | حسینی بیگم ذی رتبہ یک عبادت گاہ |
| ندا رسید ز ہاتف بہ گوش ہر مومن | ز دل نماز کن اینجا کہ ہست بیت اللہ ۱۲۴۲ھ |

**قبر سید اقبال علی رضوی بن سید حیدر علی رضوی المعروف بہ شاہ جمال حسین ۱۲۲۹ھ:**

حسینی بیگم کی مسجد سے پچاس ساٹھ قدم دکھن جاکر راستہ سے پورب چند پختہ قبریں ہیں، ان میں سے دو قبروں پر کتابے لگے ہوئے ہیں۔ بعض قبروں پر دیوار اٹھاکر لوگوں نے مکان بنوالیے ہیں۔ سید اقبال علی کی قبر کے کتابہ کی عبارت یہ ہے:

هوالکریم

"الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔ سید اقبال علی بن حیدر علی رضوی المعروف بہ شاہ جمال حسین اعلی اللہ درجاتہ[1] ..... پیکر استعدادش بزیور عقل و فطانت اراستہ و نہال قامت

---

[1] اس کتبہ میں جو الفاظ چھوٹ گئے ہیں، تھوڑی محنت سے پڑھے جاسکتے ہیں، لیکن قبر کے اردگرد مکانوں میں پردہ نشیں عورتیں رہتی ہیں وہاں پر زیادہ دیر ٹھہرنا ان کی تکلیف کا باعث تھا اس لیے راقم زیادہ وقت صرف نہ کرسکا۔

قابلیتش زجویبار جودت وذکاوت برغارت جواہر زواہر حقایق و معارف الہیہ نفیسہ را معدن بود وفائر علوم مسوعہ و سدرا مخزن ۔ تقریرش ناخن گرہ کشائی مقاصد علوم و تحریرش سلسلہ پائے وحشیان غوامض مفہوم از بدو طلوع صبح سعور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بعور جامع حسنات دینی و دنیوی ۔ ۔ ۔ ۔ کمالات صوری و معنوی بر سپہر خصائل کوکبے بود تابندہ و بر فلک دودمان خود بدر یے بود روشنی افزائے مفاخر گذشتہ و آئندہ ۔ ۔ ۔ ملجاء ۔ ۔ ۔ ۔ غربا و متر ددین و مشفق و معین فقراء و مساکین مومنین بود در سن عنفوان جوانی و ریعان گلبن زندگانی کہ قدم در خطوارہ سی و سیم بیکمر نہادہ بود بمرض تپ محرقہ صفراوی ازین عبرتکدہ ناپائیدار بجوار ائمہ اطہار انتقال نمود ۔

اسکنہ اللہ تعالےٰ فی اعلی علیین و سقاہ من کاس المقربین واجعل حشرہ مع محمد وآلہ الطاہرین

صلوات اللہ علیہم اجمعین ۔"

قطعہ منظومہ در تاریخ وفات :

سید محترم جمال حسین ۔۔۔ رخت ہستی چو سوئے عقبیٰ برد

گل عمرش ببوستان کمال ۔۔۔ حیف بشگفتہ غنچہ سان پژمرد

زندۂ عشق بد نمرد است او ۔۔۔ از فراقش دل احبا مرد

فکر کردم چو سال تاریخش ۔۔۔ سینہ نالید و دل زغم افسرد

گشت مصداق حالش این مصرع ۔۔۔ جان شیرین بوصل یار سپرد ۱۲۲۹ھ

**فیض نسا بیگم کی قبر ۱۲۶۷ھ :** سید اقبال علی کی قبر کے پاس ہی پورب جانب فیض نساء بیگم کی قبر پر بھی سیاہ پتھر پر خوش خط نستعلیق حروف میں یہ قطعہ وفات کندہ ہے :

حیف از فیض نسا بیگم حیف ۔۔۔ کہ اجل در تہ خاکش بنہفت

صوری و معنویش سال شفا ۔۔۔ مہ ذی القعدہ زآن جا رم گفت ۱۲۶۷ھ

**ڈھائی کنگرہ کی مسجد ۱۰۷۲ھ (تخمیناً ۱۶۶۰ء) :** سید اقبال علی اور فیض نسا بیگم کی قبروں سے چند قدم دکھن راستہ کے پچھم جانب ڈھائی کنگرہ کی مسجد ہے ۔ بیچ کے محراب کے اوپر منڈیر پر سیاہ پتھر کی دو پوری اور ایک نصف لوح کھڑی کر دی ہے ۔ مسجد کے اندر کا فرش اٹھارہ فیٹ لمبا اور آٹھ فیٹ چوڑا ہے ۔ پیش نماز کی جگہ کے سامنے محراب پر تین فیٹ لمبے محراب پر سنہرے حاشیہ

کے اندر حدیث کی عبارت نہایت خوشنما خط اور خوشنما نظر آتی ہے۔ مسجد کے تین در ہیں اور باہر چبوترہ بھی ہے جو راستہ سے ایک گز کے قریب بلند ہے۔ اس چبوترے پر لوہے کی چادروں کا ایک سائبان حال میں بنا دیا گیا ہے۔ بیچ کے در کے اوپر سنگ سیاہ کی چودہ انچ لمبی اور سات انچ چوڑی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں :

| | |
|---|---|
| ساخت مسجد مرزا نوری آنچنان | وصف او شد در جہان افسانہ |
| قدسیان شاد ندا ز تاریخ آن | بہر ایزد چون بنا شد خانہ |

سنہ ہزار و ہفتاد و دو ۱۰۷۲ھ

خان بہادر شاد نے تاریخ صوبہ بہار میں لکھا ہے کہ یہ مسجد نور باف کی بنائی ہوئی بابر شاہ کے پہلے کی ہے مولف موصوف نے صریحاً غلط بیانی کی ہے اور تاریخ کی ناواقفیت سے ایسا لکھ دیا ہے۔ یہ بابر شاہ کے بعد کی عمارت ہے کیونکہ بابر شاہ کا زمانہ ۹۲۷ھ کے قریب ہے اور مرزا نوری کو نور باف لکھدیا ہے وہ بھی صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

**ڈھائی کنگرہ کی مسجد کا دوسرا کتابہ ۱۲۷۲ھ:** ۱۲۷۲ھ میں اس مسجد کی تجدید بنا ہوئی ڈھائی کنگرہ کی لوح کے نیچے ایک اور پتھر لگا ہوا ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے :

ان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا۔ اجتمع المومنون وجدد البنا۔ ۱۲۷۲ھ

یہ کتابہ سائبان کے اندر رہنے کے سبب گلی سے نظر نہیں آتا۔ راقم نے سیڑھی لگا کر پتھر کو صاف کرایا تب پڑھا گیا۔

سید محمد صاحب سلمہ (وکیل) نے بہار واڑیسہ ریسرچ سوسائٹی کے پرچہ نمبر ۳ و نمبر ۴ جلد ۱۶، ۱۹۳۰ء اس کو دھولپورہ کی مسجد کا کتابہ لکھا ہے لیکن یہ ڈھائی کنگرہ ہی کی مسجد کا دوسرا کتابہ ہے۔ محلہ دھولپورہ ہی میں یہ مسجد بھی ہے لیکن یہ کسی اور مسجد کا کتابہ نہیں ہے۔

**مقبرہ سعادت خاں (کچی باغ):** ڈھائی کنگرے کی مسجد سے کوئی پچاس قدم آگے دکھن راستہ سے پچھم جانب ایک پرانا مقبرہ ہے جو سعادت خاں کے مقبرہ کے نام سے مشہور ہے صاحب مزار برہان الملک سعادت خاں بانی شہر فیض آباد کے پدر تھے۔ ان کا اصلی نام محمد نصیر (نیشاپوری) تھا۔ سابق میں اسی مقبرہ سے متصل ایک باغ بھی تھا۔ جس کی چہار دیواری خام ہونے کے سبب یہ جگہ کچی باغ کے نام سے مشہور ہو گئی۔ شاید یہاں ایک امام باڑہ بھی تھا جس کا اب کوئی نشان نہیں ملتا۔

مقبرہ ایک احاطہ کے اندر ہے جو تیس فیٹ کے قریب لمبا اور بارہ فیٹ چوڑا ہے۔ پورب اور پچھم

کی دیواروں میں گیارہ گیارہ محراب اور اتر اور دکھن تین محراب ہیں جن میں نہایت خوشنما جالیاں لگی ہوئی ہیں اگرچہ پتھر معمولی قسم کے لگے ہوئے ہیں، لیکن جالیاں صنعت سے خالی نہیں۔ پورب طرف کی دیوار کے بیچ میں بجائے جالی کے پتھر میں نہایت خوشنما گلدستہ ترشا ہوا ہے جو قابل دید ہے اس احاطہ کے اندر چند قبریں ہیں لیکن کوئی کتبہ نہ ہونے کے سبب معلوم نہیں ہوتا کہ کون قبر کس کی ہے۔

۱۱۵۵ھ میں مرہٹوں کے نرغے کے وقت محمد شاہ بادشاہ نے نواب ابوالمنصور صفدر جنگ صوبہ دار اودھ کو نواب علی وردی خاں کی کمک کے لیے عظیم آباد بھیجا تھا۔ اثنائے قیام عظیم آباد میں صفدر جنگ اس جگہ اپنے جد مادری کے مزار پر فاتحہ خوانی کو تشریف لائے تھے جو سیر المتاخرین میں بھی مذکور ہے۔ بعد کو ایک بزرگ ملا محمد حسین وارد عظیم آباد ہوئے تو اسی جگہ قیام کر کے کسی دوست کے ذریعہ سے گورکھپوری چوب ساکھو کی تجارت شروع کی تھی۔ راجہ رام نرائن نے ایک مکان بنوانے کے لیے سب لکڑیاں خرید لیں۔ لیکن قیمت طلب کرنے پر کچھ جھگڑے نکلے۔ سید صاحب موصوف سخت آزردہ ہوئے اور سرمایہ نہ رہنے کے سبب سخت افلاس میں مبتلا ہوئے۔ پھر میر قاسم نے نواب ناظم ہوتے پر ان کی کفالت کی۔ چند سال بعد سید موصوف نے رحلت کی اور اُسی مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ ان کے بعد ان کے شاگرد رفیق اخوند ابوالقاسم جو اس جگہ کے مجاور بھی تھے۔ ۱۱۹۲ھ میں انتقال کیا اور ان کے پہلو میں دفن ہوئے۔

مقبرہ کے پچھم اور دکھن جو زمینیں ہیں ان میں فی الحال کوڑی کی کاشت ہوتی ہے اور اتر پچھم جانب میونسپلٹی نے کوڑے اور غلیظ کی گاڑیوں کے لیے جھوپڑے بنوا لیے ہیں۔ مقبرہ کے متصل اتر جانب ایک پرانا گورستان ہے۔ اس میں پورب طرف راستہ کے قریب ایک بڑا پختہ کنواں ہے جو اب کوڑے سے اٹ گیا ہے۔ اس گورستان میں متعدد پختہ قبریں ہیں لیکن کتبہ کسی پر نہیں صرف ایک زنانی قبر کے پتھر پر بھدے حروف میں مندرجہ ذیل اشعار کندہ کیے ہوئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ قبر ۲۶ رمضان ۱۲۳۶ھ کی بنی ہوئی ہے:

روز شنبہ چھبیس تھی تاریخ — تھا مہینہ بھی صیام کا اچھا
اور ہجری تھی تیرہ سو چھتیس — روز روشن تھا بارہ بجتا تھا
ہو گیا انتقال چھوٹی کا — گھر بنا باغ خلد میں اس کا

محلہ والوں نے بیان کیا کہ کسی معشوق کی قبر ہے جس کے نامراد عاشقوں نے یہ لوح لگائی ہے۔ چونکہ اس نامی مقبرہ میں یہ لا کتبہ بھی لگایا گیا ہے۔ اس لیے اس کا ذکر کر دیا گیا۔

**لمینداں کی مسجد ۱۲۱۱ھ :** سعادت خاں کے مقبرہ کے قریب ہی سے راستہ پورب جانب مڑ گیا ہے۔ مقبرہ سے پچاس ساٹھ قدم آگے پورب ایک مسجد غیر آباد ہے۔ مسجد کچھ عرصہ سے بے مرمتی کی حالت میں ہے۔ اور اس کے متعلق کچھ مکانات بھی تھے جو اب گرے پڑے نظر آتے ہیں۔ مسجد کے بیچ والے در کے اوپر پتھر پر یہ اشعار کندہ ہیں :

چوں مدار المہام خانہ دیں      میر عالی لقب مدار الہ
مسجد نو ز اعتقاد اراست      سال تاریخ شد ضرور آنگاہ
از سر زید گفت ہاتف غیب      شدہ موسوم کعبۂ دلخواہ

در عہد شاہ عالم بادشاہ ۔ ۱۲۱۱ھ

مسجد کے اندر بھی ایک پتھر کا کتبہ ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے :

" افضل الکلمۃ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ " ۱۲۱۱ھ

لمینداں کی مسجد سے چند سو فیٹ آگے دکھن جا کر یہ گلی پٹنہ سٹی اسٹیشن کے پاس ریلوے فیڈر روڈ میں مل گئی ہے۔

**میر اشرف کی مسجد ۱۱۸۷ھ :** چوک شکار پور کے چوراہے سے جو راستہ پورب کو جاتا ہے، اس میں کوئی ڈیڑھ سو قدم پورب جا کر بائیں جانب نور الدین شاہ کی قبر ہے، اور اس کے سامنے دکھن جانب میر اشرف کی مسجد اور مقبرہ ہے۔ اُس کا پھاٹک نصف گنبد کی وضع کا بنا ہوا ہے، اور طرز تعمیر کے لحاظ سے عہد مغلیہ کے آخری دور کے طرز عمارت کی یادگار ہے۔ اندر داخل ہونے پر اول صحن میں ایک ہشت پہل وضع کا حوض ملتا ہے۔ جس کا قطر پچاس فیٹ کے قریب ہے۔ بیچ میں فوارہ بھی تھا جس کا نشان باقی رہ گیا ہے۔ اس کے سامنے پچھم جانب اینٹ اور چونے کی بنی ہوئی نہایت خوشنما مسجد ہے۔ تین گنبدوں کے علاوہ منڈیر بھی نہایت خوشنما بنی ہوئی ہے۔ مسجد کی اندرونی دیوار کی وسعت پچاس فیٹ کے قریب لمبی اور سولہ فیٹ چوڑی ہے جس میں مُصلّوں کو سفال کے کام سے پیراستہ کیا ہے۔ اس کام کے اعتبار سے یہ مسجد اس صوبہ میں اپنے طرز کی ایک ہی نظر آتی ہے۔ سفال کا کام خاص عظیم آباد کی صنعت تھی۔ اینٹوں یا مٹی کے ظروف پر ایسا رنگ و روغن چڑھاتے تھے کہ آگ میں ڈالنے سے بھی خراب نہ ہوتے تھے۔ اس مسجد کے مُصلّے امتدادِ زمانہ سے خراب ہوتے پر بھی اپنے رنگ و روغن کا پتہ دیتے ہیں۔ گنبد کے نیچے خوشنما رنگین پھول بوٹے بنے ہوئے ہیں۔ پیش نماز کی جگہ کے سامنے نہایت خوشخط حروف میں " لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ " اور خلفائے راشدین

کے نام ہیں۔ بیچ والے در کے اوپر باہر کی جانب تقریباً دو فیٹ لمبی اور ایک فیٹ چوڑی پتھر کی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں :

چوں بعہد خجستہ حامی دیں — شاہِ عالم بہادرِ باداد
مسجدے ہمچو کعبۂ اشرف — معدن فیض خوش شدہ بنیاد
یاالٰہی بہ بانیش رحمت — کن کہ باعث شدہ بخیر معاد

بانگ تاریخ گفت ہاتف غیب

تا جہاں اشرف المساجد باد — ۱۱۸۷ھ

مسجد کے اتر کوٹھریاں بنی ہوئی ہیں اور اس کے متصل ایک پختہ کنواں ہے جس کا قطر آٹھ فیٹ ہے۔ کنوئیں کا پانی منڈیر پر لے جاکر پھر نیچے حوض کے فوارے میں پہنچانے کے لئے نالیاں بنی ہوئی ہیں جن کا نشان اب تک باقی ہے۔ صحن مسجد میں اور حوض کے گرد جو اینٹیں ہیں اٹھارہ انچ لمبی، نو انچ چوڑی اور تین انچ کے قریب موٹی غیر معمولی ناپ کی ہیں۔

**مسماۃ فاطمہ کی قبر ۱۱۸۹ھ :** صحنِ مسجد کا حوض جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے اُس کے دکھن اور پورب جانب چبوترے پر متعدد قبریں ہیں۔ اُن میں سے ایک قبر کے سرہانے سنگ موسیٰ کی بیس انچ لانبی اور ساڑھے آٹھ انچ چوڑی لوح پر یہ کتبہ ہے :

" لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔ اللّٰہُ اَکْبَرُ ۔ سبحان الملک الحیّ الذی لا ینام وَلَا یَمُوْتُ یَا مَلَائِکَتِیْ لَقَدْ استحییت عَبْدِیْ لیس لہ غیری فَقَدْ غفرت۔"

تاریخ عرش جائے۔ رضوان بگوش جانم — گفتا کہ والفاطمہ فی جنت الماوا

۱۱۸۹ھ

**میر افضل کا مقبرہ ۱۱۸۳ھ :** متذکرہ بالا حوض کے پاس پورب جانب چند نامعلوم لوگوں کی پختہ قبریں ہیں۔ اور اُس کے پورب ایک احاطہ میں چند قبریں ہیں۔ دو قبروں کے تعویذ میں کنارے پر سفال کے کام کی کارنس کی وضع کی ترشی ہوئی اینٹیں لگی ہوئی ہیں۔ یہی میر افضل اور ان کے بیٹے میر اشرف کی قبریں ہیں۔ احاطہ کی دیوار میں دکھن جانب ایک دروازہ ہے۔ اُس کے محراب میں باہر کی جانب سنگ موسیٰ کی بائیس انچ لمبی اور ساڑھے نو انچ چوڑی لوح میں یہ کتبہ ہے :

" ھو اللّٰہ اکبر جلّ جلالہٗ وعم نوالہ وعظم شَانُہٗ وَاَعلیٰ برھانہ۔ اللّٰھُمّ اغفر لی وللمومنین والمومنات

والمسلمین والمسلمات یا مجیب الدعوات۔"

در جنت کشادہ رضوان گفت — میر افضل بیا کہ منتظرم
۱۱۸۲ھ

## میر اشرف کی وفات کا قطعہ تاریخ ۱۱۸۹ھ:

چو افضل نسب سید نامور — بہ دار البقا شد ز ملک عدم
چو گل پیرہن چاک رضواں گفت — بیا میر اشرف میاں ارم ۱۱۸۹ھ

سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۵۹ میں مذکور ہے کہ میر رستم علی جو ایک مستغنی گوشہ نشیں فقیر اور میر افضل کے پیر و مرشد تھے۔ راجہ رام نرائن کی صوبہ داری کے زمانہ میں فوت ہوئے (یعنی ۱۱۶۶ھ اور ۱۱۷۵ھ کے درمیان) اور میر افضل نے حسنِ عقیدت سے اپنی زمین میں مدفون کیا اور خود بھی بعد انتقال وہیں مدفون ہوئے۔

محلہ لال املی میں **میر فرحت حسین کی مسجد ۱۲۹۳ھ:** میر اشرف کی مسجد اور مقبرہ سے چند سو قدم پورب راستہ سے دکھن جانب (محلہ لال املی میں) میر عنایت حسین صاحب امداد کے مکان و امام باڑہ سے متصل ایک چھوٹی سی مسجد ہے جو صحن کے دکھن پچھم کونے میں واقع ہے۔ مسجد کے بیچ کے در کے اوپر سنگ سیاہ کی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

حاجی۔ زائر۔ سید۔ سرور — بیت حق شد ازوے قایم
پس ہاتف تارخش گفتا — اسمش فرحت بخش دلہا
بیتش در فردوسِ اعلیٰ — ھٰذَا الْبَیْتُ لِلّٰہِ حَقًّا ۱۲۹۳ھ

**افضل راج کی مسجد:** متذکرہ بالا مسجد سے چند سو قدم کے فاصلے پر اتر جانب راستے لگی ہوئی تو کہن ایک معمولی مسجد ہے۔ جس میں بیچ کے در کے اوپر باہر جانب سیاہ پتھر کی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں:

اللہ محمد
زہے افضل حسین نیک معمار — کز او این مسجدِ عالی مقام است
رقم کردیم شہرت سالِ تعمیر — کہ زیبا مسجد بیت الحرام است ۱۲۰۵ھ

**شاہ منصور کی قبر:** پٹنہ سٹی اسٹیشن کی عمارت کے آگے پورب ایک بلند ٹیلہ ہے جو عرف گنج کے ٹیلے کا جواب ہے۔ اس پر شاہ منصور کی قبر ہے۔ قبر پر کوئی کتبہ نہیں لیکن اس کی چہار دیواری کے شمالی در کے اوپر ایک سیاہ پتھر ساڑھے سترہ انچ لمبا اور دس انچ چوڑا لگا ہوا ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

" تعمیر چار دیواری و نردبان درگاہ حضرت منصور قدس سرہ العزیز بہ یمن ایزد منان شیخ میاں جان پسر شیخ خضر ساکن محلہ نخاص متعلقات شہر پٹنہ بتاریخ بست ہشتم ماہِ ذیقعدہ ۱۲۵۰ھ۔"

اس کے نیچے ہندی میں بھی یہ عبارت کندہ ہے :

" [illegible]

[illegible] -

سیڑھی کے پورب جانب دو مستحکم قبریں پتھر کی بنی ہوئی ہیں۔ پتھر میں پھول بھی ترشے ہوئے ہیں۔ ایک قبر پر صرف (۸۶۱) کندہ ہے۔ اس کے پورب جانب ایک چھوٹی سی پختہ مسجد بھی ہے لیکن اس میں کوئی کتبہ نہیں ہے۔

کرنل ویڈل اپنی رپورٹ (بابت پاٹلی پتر) صفحہ ۱۷ میں لکھتے ہیں کہ مجھ کو پاٹلی پتر کے دکھن پورب تمام زمینیں ملاحظہ کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ پٹنہ سٹی اسٹیشن کے قریب ریلوے لائن بلند کہنہ ٹیلوں کے پاس سے گذرتی ہے جس کو پورے طور پر تحقیق کرنا چاہیے۔

بہ ظاہر اس سے دو تھنیاں مراد ہیں، جن میں ایک تو یہی شاہ منصور والی تھنی ہے اور دوسری تھنی کاٹھ کا پل اور راگم کنواں کے درمیان میں ہے۔

محلہ بیگم پور: **نواب ہیبت جنگ کا مقبرہ ۱۷۴۸ء:** پٹنہ سٹی ریلوے اسٹیشن سے کوئی دو سو گز دکھن اور کسی قدر پچھم ایک بڑا احاطہ تقریباً سو گز لمبا اور اس سے کچھ ہی کم چوڑا ہے۔ احاطہ کی شمالی دیوار میں ایک خوشنما مغلیہ طرز تعمیر کا پھاٹک بنا ہوا ہے جس کے اوپر ایک بڑا گنبد اور دونوں جانب دو چھوٹے گنبد ہیں اور سنگ موسیٰ کی برجیاں بنی ہوئی ہیں۔ یہ پھاٹک سرزمین سے ایک گز کی بلندی پر ہے۔ اندر سے دونوں جانب سیڑھیاں ہیں جن پر چڑھ کر ایک چھوٹے کمرہ میں پہونچ جاتے ہیں جس کے دونوں جانب جھروکے نما کھڑکیاں ہیں جو غالباً نگرانی یا تیر و تفنگ چلانے کے خیال سے بنائی گئی تھیں۔ پھاٹک کے سامنے دکھن میدان میں تیس فیٹ مربع سنگین چبوترہ بنا ہوا ہے جو چار فیٹ بلند ہے اس چبوترے کے اوپر دس فیٹ کا ایک اور چبوترہ ہے۔ جس کے چاروں طرف نہایت نفیس جالیدار ترشے ہوئے پتھروں کا احاطہ ہے۔ ہر لوح میں نئی وضع کی جالی ترشی ہوئی ہے جو پانچ فیٹ اونچی اور گز بھر

چوڑی ہے۔ چاروں کونوں پر سات سات فیٹ لمبے سیاہ پتھر کے ترشے ہوئے کلس دار پائے ہیں۔ اسی احاطہ کے اندر سنگ موسیٰ اور سنگ مرمر کی بنی ہوئی قبر ہے جس کے سرہانے ایک سنگین طاقچہ بنا ہوا ہے۔ یہی قبر نواب زین الدین احمد خاں ہیبت جنگ صوبہ دار بہار و عظیم آباد پٹنہ کی ہے۔

قبر پر کوئی کتبہ نہیں ہے۔ اس چبوترے سے دکھن و پچھم اور بھی سنگین قبریں ہیں، لیکن کتبہ کسی قبر پر نہیں ہے۔ ۱۷۵۰ء میں نواب سراج الدولہ کو نثار مہدی خاں چند رفقاء کے ساتھ اسی جگہ گھوڑے پر سوار کر کے قلعہ عظیم آباد پر قبضہ کرنے کو لے گئے تھے۔

قبر سے پچھم ایک خوشنما مسجد ہے جو پچاس فیٹ لمبی اور بیس فیٹ چوڑی ہے۔ اس کے تین گنبد ہیں جو پچیس فیٹ بلند ہیں۔ اُن پر سنگ موسیٰ کے کلس بھی چڑھے ہوئے ہیں اور اُن کے علاوہ سنگ موسیٰ کی برجیاں بھی ہیں۔ صحن مسجد میں بیس فیٹ لمبا اور پندرہ فیٹ چوڑا ایک حوض بھی بنا ہوا ہے جسکے فوارے کا نشان ابتک باقی ہے حوض کے کنارے پورب جانب نہایت صنعت سے پتھر میں جوف چھوڑ دیا ہے اور اُس کے نیچے سنگ موسیٰ کی ایک بڑی لوح اس طور پر لگائی ہے کہ حوض کا پانی اس لوح پر قدرتی جھرنے کی طرح بہتا رہے۔ اس لوح کو بھی نہایت صنعت سے تراشا ہے۔ تمام عمارتیں مدت سے بے مرمت رہنے کے سبب نہایت خراب حالت میں ہے۔

**افضل حسین کی قبر ۱۹۲۶ء:** ہیبت جنگ کی قبر سے تقریباً پچاس قدم پورب جانب چند قبریں ہیں۔ ان میں سے ایک نئی قبر پر سنگ مرمر کا کتبہ لگا ہوا ہے جس کی عبارت یہ ہے:

"آرام گاہ افضل حسین ابن احمد حسین بعارضہ سل بہ عمر اٹھارہ سال بتاریخ ۱۷ جولائی ۱۹۲۶ء قضا کی۔ تاریخ پیدائش ۲۲ مارچ ۱۹۰۸ء۔

ع این ماتم سخت است کہ گویند جواں مرد۔"

چونکہ اس وسیع احاطہ میں یہی ایک کتبہ ہے۔ اس لیے نقل کر دیا گیا کہ آئندہ شناخت میں آسانی ہو۔

**حاجی علی بخش کی مسجد ۱۳۲۲ھ:** ہیبت جنگ کے مقبرہ سے کوئی سَو سوا سَو گز پورب جانب بستی میں راستہ سے لگی ہوئی پچھم جانب ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ جس کے بیچ کے در کے اوپر سولہ انچ

لمبی اور چودہ انچ چوڑی سنگ مرمر کی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حاجی نیک خو کہ علی بخش نام اوست — دیندار و حق شناس و حق آگاہ و بے ریا

تعمیر کرد مسجد نو اندر این مقام — بنمود بہر طاعت معبود خوش بنا

دائم نگاہ دار الٰہی ز فضل خویش — آمین بود ز خلق جہاں و ز من دعا

پرسید شاد چوں سن تعمیر از خرد — ہاتف جواب داد کہ این خانہ خدا ۱۲۲۲ھ

راقم نے اس محلہ میں اِدھر اُدھر پھر کر دیکھا تو ہیبت جنگ کے مقبرہ سے اتر پچھم اینٹوں کی بنی ہوئی ایک وسیع نیو دیکھنے میں آئی جس سے گمان ہوتا ہے کہ یا تو بودھ دھرم والوں کی کسی عمارت کی نیو ہے یا قلعہ کی فصیل کی نیو ہے۔

**کلثوم النساء کی مسجد ۱۲۷۰ھ:** کمرخی مسجد سے تخمیناً سو قدم کے اندر ہی سڑک سے لگی ہوئی بیالیس فیٹ لمبی ایک پرانی مسجد ہے جس کو بعض لوگ میر احمد حسین کی مسجد اور بعض مریم بیگم کی مسجد کہتے ہیں۔ اس پر کوئی کتبہ نہیں ہے۔ اس مسجد سے اور سو قدم پورب سڑک سے دکھن کلثوم النساء کی مسجد ہے۔ اس کے اندر کی وسعت (۱۰×۱۷) فیٹ ہے، اور باہر اسی کے برابر سائبان بھی ہے۔ بیچ کے در کے اوپر باہر جانب چودہ انچ لمبا اور دس انچ چوڑا سیاہ پتھر لگا ہوا ہے جس پر یہ اشعار کندہ ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شد بنا چوں مسجد عالی بتوفیق خدا — کاں عبادت خانہ باشد گدا و شاہ را

ہاتف غیب از سر بسم اللہ این تاریخ گفت — کرد کلثوم النسا بنیاد بیت اللہ را ۱۲۷۰ھ

اس کا فرش سڑک سے بارہ فیٹ بلند ہے۔ بجائے گنبد کے شہتیر اور لکڑیوں سے چھت پاٹ دی گئی ہے۔ مسجد کے نیچے کٹڑوں میں دکان دار بسے ہوئے ہیں۔ پشت کی جانب اور سامنے پورب چند پرانے مکان ہیں۔

**شاہ کمک کی مسجد:** کلثوم النساء کی مسجد سے کچھ دور آگے سڑک سے لگی ہوئی دکھن ایک چھوٹی سی مسجد بادشاہی وقت کی بنی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اس کے در بھی بہت ہی چھوٹے چھوٹے ہیں۔ بیچ کا در صرف پانچ فیٹ تین انچ اونچا ہے اور باقی دو در اس سے بھی چھوٹے ہیں۔ اندر کا فرش بھی ۹×۳۱ فیٹ

ہے۔ یہ مسجد سڑک سے دس فیٹ بلند ہے۔ اس کے کٹڑوں میں دکاندار بسے ہوئے ہیں۔ محلہ والوں کا بیان[1] ہے کہ اس میں کتابہ کا پتھر نہایت خوشنما لگا ہوا تھا لیکن زمانہ ہوا کہ کوئی لے گیا۔ دکانداروں کا بیان ہے کہ فی الحال یہ مسجد منشی عبدالرحیم نامی تاجر چرسہ کے انتظام میں ہے۔ مسجد سے دکھن احاطہ کے اندر ایک تختہ قبر ہے اور دو قبریں اس سے پورب بھی ہیں لیکن معلوم نہیں کن کی ہیں۔

**شاہ کرڈک کی مسجد ۱۲۵۳ھ:** شاہ کمک والی مسجد سے کچھ آگے بڑھ کر صدر سڑک سے ایک راستہ اتر کو جاتا ہے۔ اسی راستہ میں قریب ڈیڑھ سو قدم کے فاصلہ پر پچھم طرف ایک چھوٹی سی مسجد تیئس فیٹ لمبی اور تیرہ فیٹ چوڑی ہے۔ بیچ کے در پر باہر کے جانب کتبہ کا پتھر لگا ہوا ہے جس پر غیر فصیح زبان میں دو اشعار کندہ کیے ہوئے ہیں:

| | |
|---|---|
| شیخ علی بخش قادری رابخش رب العالمین | سرخ رو احمد سے ہو یا مالک دنیا و دیں |
| دو از دہ صد سال ہجرت سال در پنجاہ تین | مسجد آراستہ نو کردہ بر روئے زمین |

اس مسجد کو کوا کھوہ کی مسجد بھی کہتے ہیں۔ غالباً مسجد بہت قدیم تھی جس کو شیخ علی بخش نے مرمت کرایا۔

**شاہ کرڈک کی قبر:** مسجد سے دکھن ایک احاطہ کے اندر دو قبریں ہیں، معلوم نہیں ان میں شاہ کرڈک کی قبر کون ہے۔ احاطہ سے باہر بھی تختہ قبریں ہیں۔ سیر المتاخرین جلد دوم میں لکھا ہے کہ شاہ کرڈک مولوی محمد عارف (جو عرفائے زمانہ سے تھے) کے مرید تھے۔ تارک الدنیا ہو کر مجرد رہتے تھے۔ خود مولوی محمد عارف بھی کوا کھوہ میں رہتے تھے اور یہیں دفن ہوئے۔ غالباً احاطہ میں دوسری قبر انہیں کی ہے۔

**سرائے کی مسجد اور آمنے سامنے والی مسجد:** جس جگہ شاہ کرڈک کی قبر ہے، یہاں سے پھر دکھن واپس آکر شارع عام پر دونوں جانب دو مسجدیں ہیں۔ دکھن والی مسجد سرائے کی مسجد کہلاتی ہے اور اتر والی مسجد عبدالرحمن سجاد کی بنائی ہوئی شاہ بندہ علی کی مسجد کہلاتی ہے اور ان دونوں کو عوام الناس آمنے سامنے کی مسجد بھی کہتے ہیں۔ دونوں مسجدیں ایک ہی وضع کی بنی ہوئی نظر آتی ہیں۔

**عبدالرحمن سجاد کی مسجد ۱۱۵۰ھ:** سڑک سے اتر جس جگہ اس مسجد میں جانے کا راستہ تھا فی الحال وہاں چھپر دے کر دکانیں بنائی گئی ہیں۔ اور ایک چھوٹی دکان سے ہو کر لوگ مسجد کے اندر جاتے

---

[1] حال میں مسجد کے اندر دیوار کا پلاسٹر چھوٹ کر گر جانے پر کتابہ کا پتھر نمودار ہو گیا جس پر کتبہ موجود ہے اور حسب ذیل عبارت پڑھی جاتی ہے:

| | |
|---|---|
| بی بی لالن پاکدامن نیک خو :.: مسجدے آراستہ باغ و بہار | چار یاری بانی مسجد بود :.: کاندران باشد کلام پنجہ چہار |
| سال تعمیرش زمن ہاتف بگفت :.: از عبادت خانہ مولیٰ شمار | |

(۱۲۱۹ھ)

ہیں۔ مسجد کا صحن پختہ بنا ہوا ہے جو ۲۵ فیٹ چوڑا ہے۔ اندر کا فرش ۳۵ فیٹ ۹ انچ لمبا اور دس فیٹ نو انچ چوڑا ہے۔ معمولی وضع کے تین گنبد ہیں جو اندر کے فرش سے پندرہ فیٹ سے کچھ زیادہ بلند ہیں۔ تین در ہیں جو چھ چھ فیٹ بلند ہیں۔ بیچ کے در کے اوپر باہر کے جانب بیس انچ لمبا اور ایک فیٹ چوڑا سیاہ پتھر لگا ہوا ہے۔ جس پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

از فضل الٰہ عبدالرحمٰن سجاد ۔۔۔ باصدق و صفا نمود مسجد بنیاد

باقر بدعا بگفت تاریخ ۔۔۔ ایں خانہ دیں ہمیشہ آباد

۱۱۵۰ھ

مسجد کے صحن کے پورب کئی پرانی قبریں پتھر کی بنی ہوئی ہیں۔ فی الحال قبروں کے ارد گرد لوگوں نے مکان بنوا لیے ہیں۔

**تھانہ مالسلامی میں ایک قبر کا کتبہ بغیر نام و تاریخ:** سرائے کی مسجد سے تھوڑی دور آگے سڑک سے اتر جانب تھانہ مالسلامی کی عمارت ہے اس کے احاطہ میں پورب جانب کانسٹبلوں کے رہنے کے مکان کی پشت پر ایک پرانی قبر پتھر کی بنی ہوئی ہے جس کے سرہانے بیس انچ لمبی اور دس انچ چوڑی سنگ سیاہ کی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"اللھم صل علی المصطفیٰ محمد والمرتضیٰ والفاطمۃ الظھرا[1] والمجتبیٰ حسن والشھید حسین و زین العابدین والباقر محمد والصادق جعفر والکاظم موسیٰ والرضا علی والتقی محمد والنقی علی والزکی العسکری والحجۃ الخلف القایم المنتظر المھدی صاحب الزمان صلوات اللہ و سلامہ علیھم اجمعین۔ اللھم اغفر لی وللمومنین برحمتک یا ارحم الراحمین۔"

بجنسہٖ یہی عبارت قبر کے اوپر پتھر پر بھی کندہ کی ہوئی تھی جس کا کچھ حصہ امتداد زمانہ سے مٹ گیا ہے۔ تعویز کا پتھر معمولی قسم کا چار فیٹ آٹھ انچ لمبا اور سولہ انچ چوڑا ہے۔

معلوم نہیں یہ قبر کس کی ہے اور کب بنی؟ دیکھنے سے کوئی ڈیڑھ دو سو برس سے کم کی نہیں معلوم ہوتی ہے۔ صاحب قبر کا نام اور سال وفات نہیں لکھا ہے۔ تھانہ کے احاطہ میں اتر جانب چند قبریں اور بھی ہیں۔ لیکن کتبہ کسی پر نہیں۔

---

[1] اصل کتابہ میں الزہرا کے عوض الظہرا لکھدیا ہے۔ اسی کے مطابق راقم نے نقل اتار دی۔

**ڈینش کوٹھی اور برنر کی قبر ۱۷۹۰ء:** تھانہ مالسلامی کے احاطہ سے پورب ریلوے لائن کی ایک شاخ ہے جو پٹنہ سٹی اسٹیشن سے گھاٹ تک آئی ہے جس مقام پر لائن آ کر ختم ہوئی ہے۔ اُس کے پورب جانب دریا کے کنارے ایک خوشنما کوٹھی بلند جگہ پر بنی ہوئی ہے۔ سابق میں یہ ڈینش لوگوں کی جو اور یورپین لوگوں کی طرح پٹنہ میں تجارت کرتے تھے تجارتی کوٹھی تھی فی الحال اس میں اسٹیشن ماسٹر کی بود و باش ہے کوٹھی سے تخمیناً بیس گز پورب صحن میں ایک ہی قطار میں تین بڑے بڑے پائے ہیں اور ایک قبر کا چبوترہ ہے اتر جانب دو پائے تیس تیس فیٹ بلند ہیں۔ تیسرا پایہ صرف پندرہ فیٹ بلند ہے اور اس سے دکھن چبوترہ والی قبر پانچ فیٹ بلند ہے۔ چبوترہ تو ایک بڑے صندوق کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ لیکن پائے اوپر سے گاؤدم بنے ہوئے ہیں۔ اتر جانب والے پائے پر مندرجہ ذیل عبارت سیاہ پتھر پر کندہ ہے اور کسی پر کوئی کتبہ نہیں ہے۔ قبروں کا تعویذ یا نشان اس صورت کا صرف یورپین لوگوں کی پرانی قبروں میں دیکھا جاتا ہے۔

Berunder Rauler Jorgeu Heudrich Berner Feodt deu 22
de Jnlji 1735 dod den de August 1790 G.Gilason Set

برنر ۲۲ جولائی ۱۷۳۵ء کو پیدا ہوا اور ۷ اگست ۱۷۹۰ء کو مرا۔ ۱۷۷۵ء میں اس نے تجارتی کوٹھی قائم کی تھی۔ جس کے صحن میں وہ مدفون ہے۔

**مسجد پیر دمڑیا کے پاس ایک لڑکے کی قبر ۱۲۱۹ھ:** ڈینش کوٹھی سے کوئی سو گز آگے پورب پیر دمڑیا کی مسجد کے پاس باہر کئی قبریں ہیں۔ ان میں سے دکھن پورب ایک پختہ قبر ہے جس کا تعویذ زمین سے پانچ فیٹ بلند ہے۔ سرہانے ایک سیاہ پتھر لگا ہوا ہے۔ جو دو فیٹ اونچا اور ایک فیٹ دس انچ موٹا ہے پتھر کو پہل دے کر تراشا ہے اور انھیں پہل پر یہ اشعار کندہ کیے ہیں۔

هو الغفور الباقی

| | |
|---|---|
| شدہ راقم غلام محی الدین | از قضا وارد عظیم آباد |
| شہر میرٹھ بود قدیم وطن | ہست مشہور بارۂ میلاد |
| بعد عمرے بہ آرزوے بزرگ | پسر خوبرو و صورت زاد |
| لفظ حیدر فزود نام اورا | بہ تمنا جمال دیں نہاد |
| موت مشتاق صورتش گردید | بر من فرحت حیات نداد |

مرصر تند و تیز اجل برخاست      نخل عمرش بہ سر زپا افتاد
عام تاریخ گفت آہ غریب      ہر کہ شافع و مشفع باد ۱۲۱۹ھ

بہار و اڑیسہ ریسرچ سوسائٹی کے جرنل جلد ۱۶، نمبر ۳ اور ۴، ۱۹۳۰ء کے نمبر ۶۶ میں یہی کتبہ ہے جس میں غلطی سے بارۂ میلاد کو بارہ لکھدیا ہے اور "ہر کہ" کو "ہر یک" لکھدیا ہے اور اس کا ترجمہ انگریزی میں ایوری ون EVERY ONE کر دیا ہے۔ حالانکہ ہر کہ ہی صحیح ہے۔ اور اس سے مصرعہ میں تاریخ کے اعداد بھی پورے ہوتے ہیں۔ 'ہر یک' پڑھنے سے مصرعہ بھی ناموزوں ہوجاتا ہے۔

**مسجد بیر دمڑیا:** متذکرہ بالا قبر سے اتر پچھم گنگا ندی کے کنارے پر مسجد ہے جس کا صحن زمین سے بیس فیٹ کے قریب اور گنگا ندی سے کوئی ساٹھ فیٹ بلند ہے۔ یہ مسجد شہر کی بہترین اور قدیم ترین مسجدوں میں سے ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اینٹیں بھی محلہ دھولپورہ کی مقبرہ نما مسجد (جو شیر شاہی مسجد کے نام سے مشہور ہے) کی اینٹوں سے مشابہ ہیں۔ اندر کے فرش کی وسعت ۱۸×۶۶ فیٹ ہے اتر اور دکھن دونوں جانب دو دو در بنا کر پتھر کی خوشنما ترشی ہوئی جالیوں سے بند کر دیا ہے۔ مسجد کے اندر داخل ہونے کیلیے پورب جانب تین در ہیں جو سات فیٹ بلند ہیں تین گنبد ہیں بلندی کلس تک چالیس ۴۰ فیٹ ہے۔ کلس نہایت چمکدار ہیں جو چینی کے معلوم ہوتے ہیں۔ اندر کی جانب گنبد کے نیچے نہایت خوشنما رنگین بیلیں بنی ہوئی ہیں جو قابل دید ہیں عمارت نہایت مستحکم بنی ہوئی ہے۔ دیواریں چھ فیٹ کے قریب موٹی ہیں۔ مسجد کے باہر چبوترہ بھی اندر کے فرش سے کچھ بڑا ہے، عمارت کی بلندی اور گنگا کے کنارے کی فضا نے اس کے لطف کو اور بھی دوبالا کر دیا ہے۔ سابق میں اس مسجد کے پیچھے والے در کے اوپر ۱۰۱۹ ہجری کا کتبہ لگا ہوا تھا۔ ایک اور کتبہ جو صحن کے دکھن جانب احاطہ کے در پر لگا ہوا ہے، اس میں اس در کی تعمیر کا زمانہ ۱۱۵۸ ہجری درج ہے۔

**منجھلی بیگم کی قبر ۱۲۸۲ھ:** مسجد کے صحن میں چند پختہ قبریں ہیں۔ ان میں سے ایک قبر پر سرہانے کتبے کا معمولی پتھر لگا ہوا تھا جو گر کر ٹوٹ گیا ہے۔ اور اس کے چار ٹکڑوں کو ملا کر کسی نے قبر کے اوپر رکھدیا ہے۔ یہ پتھر پانچ فیٹ کے قریب لمبا اور سوا فیٹ چوڑا تھا۔ اس میں کتبہ کی جو عبارت پڑھی جاتی ہے، یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

" (پہلی سطر) . . . تاریخ رحلت منجھلی بیگم۔ (دوسری سطر) . . . مظفر حسین . . . (تیسری سطر)

اقبال حسین ولد بشیر حسین ساکن محلہ (چوتھی سطر) سلطان گنج و زوجہ فضیلت حسین خاں منعمی (پانچویں سطر) قادری در عمر نوزدہ سال بتاریخ ہشت دہم (چھٹی سطر) ماہ ربیع الاول روز یکشنبہ در ۱۲۸۲ھ۔ (ساتویں سطر) موافق ۱۲۷۲ فصلی از دار فنا بدار البقا غریق رحمت الٰہی شدند فقط۔"

**شاہ دمڑیا کی قبر:** صحن مسجد کے مشرقی حصہ میں ایک بلند چبوترے پر شاہ دمڑیا صاحب کی قبر ہے جو طویل اور عریض ہے۔ کوئی کتبہ موجود نہیں، جس سے سال وفات کی تحقیق ہو سکے۔

**محلہ لون گولہ کی مسجد اور بعض قبریں:** پیر دمڑیا کی مسجد سے دکھن جو محلہ ہے وہ لون گولہ کے نام سے مشہور ہے۔ سابق میں یہ محلہ لطف اللہ خاں صادق کے خاندان والوں سے آباد تھا جو پٹنہ بانی کے نواب سے مشہور تھے۔ لطف اللہ خاں صادق شہنشاہ فرخ سیر کے امرائے دربار سے تھے، اور فرخ سیر کی تخت نشینی کے وقت پٹنہ میں موجود تھے پھر بادشاہ کے ساتھ ہی دہلی گئے۔ بانی پٹیوں کے خاندان میں مولوی نظیر حسین شائق وغیرہ ابتک اس محلہ میں موجود ہیں اور ان کے بعض آباؤ اجداد کی قبریں بھی گلی سے پورب ایک چھوٹی سی مسجد کے صحن کے پاس موجود ہیں۔ اکثر قبریں پتھر کی بنی ہوئی ہیں۔ لیکن کتبہ کسی پر نہیں۔

**سید شاہ قاسم علی کا مقبرہ:** قبروں سے دکھن جانب کوئی ساٹھ قدم پر ایک پرانی عمارت ہے جو فی الحال اور زمینوں کے ساتھ کوئیریوں کے تصرف میں ہے۔ یہ عمارت بھی قدیم ہے اور ایسی مستحکم بنی ہوئی ہے کہ باوجود بے مرمت ہونے کے اس کی ساخت میں اب تک خرابی نہیں آئی اگرچہ بظاہر اب کچھ دن کی ہو کھائی نظر آتی ہے۔ محلہ والوں کا بیان ہے کہ اس مقبرہ میں تہ خانہ کے نیچے شاہ قاسم علی اور ان کی اہلیہ مدفون ہیں۔ شاہ قاسم یا ملا قاسم علی کے متعلق کوئی حال معلوم نہیں۔

**شاہ للّٰہی کا مقبرہ:** محلہ لون گولہ میں پورب جانب اکثر زمینیں کوئیریوں کے ساتھ بند و بست کر دی گئی ہیں۔ انھیں میں وہ گورستان بھی ہے جو شاہ للّٰہی کا مقبرہ کہا جاتا ہے۔ یہاں بے شمار قبریں تھیں جن میں سے صرف تختہ اور پتھر کی بنی ہوئی قبروں کے نشان باقی ہیں۔ کھیت کے اتر جانب کوئی احاطہ یا عمارت تھی جس کی دیوار کا کچھ حصہ مغربی جانب ابتک باقی ہے اسی احاطہ میں ایک تختہ قبر شاہ للّٰہی کی کہی جاتی ہے کوئی کتبہ موجود نہیں جس سے کچھ پتہ مل سکے۔

**شاہ علیم اللہ کی قبر ۱۱۵۵ھ:** مذکورہ بالا قبر سے کوئی اسّی قدم کے فاصلہ پر دکھن جانب

---

عہ لطف اللہ خاں صادق کی یادگار دہلی میں مدرسہ امینیہ کے پاس ایک مسجد ہے جسکے طاق پر ۱۱۳۸ھ اور مسجد لطف اللہ خاں صادق کندہ ہے یہ مسجد، مسجد بانی پٹیاں کے نام سے مشہور ہے۔

شاہ علیم اللہ کی قبر ہے۔ یہ قبر معمولی پتھر کی بنی ہوئی ہے۔ سرہانے تین فیٹ لمبے اور چودہ انچ چوڑے اور دو انچ موٹے سیاہ پتھر کی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

(راقم نے کتبہ کی نقل میں صورت نویسی کو ملحوظ رکھا ہے۔) سید شاہ علیم اللہ ابن فیض اللہ اہل حرفت سے تھے۔ نواب علی وردی خاں ناظم بنگالہ کے زمانے میں جب مرہٹوں کا نرغہ ہوا اس وقت عظیم آباد پٹنہ میں کچھ عرصہ تک ان کے بیٹے نواب ہدایت علی خاں، نواب ہیبت جنگ کی نیابت میں حاکم بہار تھے۔ شاہ علیم اللہ دہلی کے رہنے والے تھے۔ عرصہ تک مفقود الخبر رہنے کے بعد اپنے بیٹے سے ملنے کو یہاں آئے تھے اور یہیں انتقال کیا۔ یہ غلام حسین خاں مولف سیر المتاخرین کے جد تھے۔ سیر المتاخرین میں ان کا تذکرہ موجود ہے۔

**محمد حسن ولد غلام حسین (مولف سیر المتاخرین) کی قبر ۱۱۹۸ھ:** شاہ علیم اللہ کی قبر سے دس گز پورب ایک تختہ قبر کے سرہانے ایک گز لمبی ساڑھے نو انچ چوڑی اور ڈھائی انچ موٹی سیاہ پتھر کی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

هو اللہ باقی والکل فانی

| | |
|---|---|
| سید نوجوان بنام حسن | از جہاں رفت و ماتمش ہر دم |
| شد انیس دل محبانش | خاصه از بہر مادر و اب و عم |
| پے سال عزائے او بگذاشت | برزہ ماں پدر عم حسنم ۱۱۹۸ھ |

" بندہ از بندہائے خدا محمد حسن ولد غلام حسین بن ہدایت علی خان طباطبا عفی اللہ عنہم در عنفوانِ جوانی و علیق بہار زندگانی کہ از مدت عمرش نوزدہ سال و دو ماہ و بست روز گذشتہ بود روز جمعہ شب بست و یکم ذالحجہ چوں گل تو شگفت و پژمردہ و در دل خود از دہا برد۔ اما بکمال صبر و شکیبائی کہ در شدائد بیماری ہرگز حرف شکایتی غیر از حمد خدا بر زبانش نرفت و بر دل والدین گذشت آنچہ گذشت چنیں مصیبت نصیب کسے مباد و ایزد تعالیٰ برا و رحمت کناد۔"

## رباعی

ناخوردہ بر از عمر و جوانی رفتی — باصبر و شکیب و شادمانی رفتی

در بیت حزن بدرد ہجراں یعقوب — در ماندہ تو لے یوسف ثانی رفتی — "۱۱۹۸ھ"

**محلہ باڑا باڑے کی مسجد ۱۲۷۱ھ :** محلہ نون گولہ سے دکھن سڑک کے پار جو آبادی ہے۔ محلہ بنگلہ کے نام سے مشہور ہے۔ سڑک سے کوئی تین سو گز دکھن گلی میں جا کر گورستان کے قریب ایک مسجد ہے جو باڑے کی مسجد اور شیخ ہنگن کی مسجد بھی کہی جاتی ہے۔ یہ مسجد چالیس فیٹ کے قریب لمبی ہے بیچ کے در کے اوپر اٹھارہ انچ لمبی اور نو انچ چوڑی سنگ سیاہ کی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے :

فادخلوفی عبادی

باصدق و یقین جو شیخ ہنگن — کرد از سر نو بنائے خانہ

شہرت پے یادگار عالم — تاریخ بگو خدائی خانہ — فی سنہ ۱۲۷۱ ہجری

شیخ ہنگن کی قبر بھی مسجد سے پورب ہے۔

**عالی نساء بیگم کی مسجد ۱۲۴۴ھ :** باڑے کی مسجد سے دکھن پورب گلی کے اندر دوسری مسجد ہے۔ اس کے بیچ کے اوپر چودہ انچ لمبی اور آٹھ انچ چوڑی سنگ سیاہ کی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں: " بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کرد چوں ایں مسجد عالی نساء بیگم بنا — از پے شاہ و گدا باب عبادت در کشود

گفت ایں تاریخ از فضل امیر دو جہاں — شاہ بنا بہر نمازی در جہاں دار السجود — ۱۲۴۴ھ

اس مسجد کے صحن میں سولہ انچ مربع اینٹوں کے کھرنجے بچھے ہوئے ہیں۔ مسجد کے باہر چبوترہ ۷۴ فیٹ لمبا ہے لیکن مسجد اس سے ۱۰ فیٹ کے قریب چھوٹی ہے۔ آس پاس میں چند پختہ قبریں ہیں۔

محلہ مسملی شدھرہ[1] **بزرگ امید کی مسجد ۱۱۰۰ھ :** تھانہ مالسلامی سے تقریباً تین سو گز آگے پورب سڑک سے دکھن جانب کوئی سو قدم کے فاصلہ پر تین گنبدوں کی ایک بلند مسجد ہے۔ اس کے گنبد چبوترے سے ستائیس ۲۷ فیٹ بلند ہیں۔ وسیع چبوترہ جس پر یہ مسجد ہے، زمین کی سطح سے دس فیٹ بلند ہے۔ مسجد کی عمارت پچاس فیٹ لمبی ہے۔ بیچ کے در کے اوپر باہر کی جانب ساڑھے تین فیٹ لمبی اور ڈیڑھ فیٹ چوڑی سنگ سیاہ کی لوح پر خوشخط حروف میں یہ اشعار کندہ ہیں :

تاج والحشمت بزرگ امید خاں — آنکہ بر خلق جہاں کرمش عمیم
چوں ز ہاتف خواست تاریخش نغز — زود گفتا باد بیت المستقیم ۱۱۰۰ھ

بزرگ امید خاں حاکم صوبہ تھے، اسلیے یہ کتبہ تاریخی حیثیت سے قابل قدر ہے۔ اس مسجد میں پتھر بہت لگے ہوئے ہیں۔ اس لیے اس کو لوگ پتھر کی مسجد بھی کہتے ہیں۔ اس مسجد سے دکھن پورب ایک چھوٹی پرانی مسجد اور مقبرہ بھی تھا جو کھنڈر ہو رہا ہے۔ مسجد سے پورب پچاس قدم کے فاصلہ پر ایک گورستان ہے۔ محلہ والوں کا خیال ہے کہ بزرگ امید خاں اسی میں مدفون ہیں۔ مسجد سے پورب ایک تختہ کنواں بھی قدیم زمانہ کا بنا ہوا ابتک موجود ہے۔ مورخہ ۲ ربیع الثانی ۲۸ جلوس (۱۱۰۶ھ) کا اخبارات دربار معلی جو مہاراجہ جیپور کے یہاں ہے، اس کی نقل دیکھنے سے معلوم ہوا کہ بزرگ امید خاں نے پٹنہ میں انتقال کیا۔ شاید یہیں مدفون ہوئے ہوں۔ بزرگ امید خاں (پسر امیر الامرا نواب شائستہ خان) اورنگ زیب کے ممیرے بھائی اور حاکم صوبہ تھے، اگر یہ قبر ان کی ہوتی تو یقیناً اپنی موجودہ صورت سے بہتر ہوتی۔ ماثر الامراء میں لکھا ہے کہ انھوں نے ۱۱۰۵ھ میں انتقال کیا۔

**شاہ غلام حسین کی مسجد ۱۲۵۵ھ :** بزرگ امید خاں کی مسجد سے چند سو قدم پورب راستے سے اتر جانب گلی میں ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس کے بیچ کے در پر باہر کی طرف یہ کتبہ ہے :

مسجد بنا چو شاہ غلام حسین کرد — چوں گلشن ارم شدہ مطبوع و دلکشا
تاریخ او چو فکر نمودم ندا رسید — بر کش حروف آہ و بگو خانۂ خدا ۱۲۵۵ھ

کتبہ کی لوح چودہ انچ لمبی اور سات انچ چوڑی ہے۔ مسجد کی عمارت سڑک سے کوئی ساٹھ قدم پر گلی کے پورب جانب واقع ہے۔

**مولوی نہال حسین کی قبر ۱۳۰۴ھ :** بزرگ امید خاں کی مسجد سے کوئی چار سو قدم پورب

---

[1] محلہ کا نام شہدرہ اسلیے ہے کہ غالباً مشرق کی جانب قلعہ میں داخل ہونے کا راہ اسی جگہ تھی۔ بعض لوگ شاہ دارا پسر شاہجہاں کو اس کا موجد قیاس کرتے ہیں۔

راستے سے دکھن جانب چاردیواری کے اندر ایک گورستان ہے، جس میں متعدد قبریں ہیں۔ ان میں بعض قبریں راقم کے قرابت مندوں کی ہیں۔ بیچ میں ایک تختہ قبر کے سنگ مرمر کی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے۔ (اور کسی قبر پر کوئی کتبہ نہیں)۔ کل من علیہا فان

نہال حسین آنکہ بود ست نامی    زاولادامجاد شاہ ولایت
بہ باغ شہامت یکے سرد دلجو    کریم و سخی نیکخو پاک طینت
دریغا کہ رفت از جہاں سوے عقبیٰ    خدایا عطا کن ورا باغ جنت
پے سال رحلت ہمیں گفت ہاتف    وفا او فتادہ نہال ریاست

ازناچیز سید شاہ خلیل الرحمٰن وفا عظیم آبادی۔ ۱۳۴۰ھ

**میر فرزند علی کا امام باڑہ ۱۲۲۰ھ۔** سملی سے کچھ دور آگے پورب سڑک کے دکھن جانب ایک کہنہ بنا دروازہ کے اوپر سنگ سیاہ پر یہ اشعار کندہ ہیں:

میر فرزند علی مکان امام    ساخت مقبول خاص و عام شدہ
سال تاریخ او ز ہاتف غیب    تعزیہ خانہ امام شدہ ۱۲۲۰ھ

چاردیواری کے اندر متعدد قبریں ہیں اور ایک لوٹا ہوا مکان بھی ہے جو نہایت گندگی سے بھرا ہوا ہے۔ محلہ والے اس سے بیت الخلا کا مصرف لے رہے ہیں اور اس کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔

**کنگن کا مقبرہ:** سملی سے تقریباً نصف میل پورب سڑک کے اتر جانب ایک بلند گنبد نظر آتا ہے، جس کو بعض لوگ کنگن چور کا مقبرہ اور بعض کنگنا کا مقبرہ بتاتے ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ کسی پٹھان نے اپنے لیے بنوایا ہوگا۔ اس کے اندر ایک طرف ایک زنانی قبر ہے، اور غالباً دوسری قبر بننے نہ پائی گنبد ستر فیٹ بلند ہے۔ اس کی تعمیر اس طرح پر ہے کہ سطح سے دس فیٹ تک مربع ہے۔ اس کے اوپر جا کر دیوار ہشت پہل ہے۔ تیس فیٹ کی بلندی پر تیرہ محراب ہیں۔ اور پھر ان کے اوپر تین سلسلے محرابوں کے اور ہیں۔ سب سے اوپر والے محرابوں پر گنبد ہیں۔ دیکھنے سے یہ گنبد تین چار سو برس سے ادھر کے نہیں معلوم ہوتے۔ باہر کے حصہ میں چونے اور گچ کا کام ناتمام رہ گیا تھا۔ پورب جانب ایک در ہے اور تین طرف بلندی پر دریچے بنے ہوئے ہیں۔ یہ عمارت ایک چبوترہ پر واقع ہے، جو اڑتالیس فیٹ مربع ہے کسی چور کا مقبرہ تو یقینی نہیں ہے کیونکہ دکھن سڑک سے لگی ہوئی متعدد پختہ قبریں اور کھنڈر ہیں جن سے پتہ ملتا ہے کہ کسی

دولت منڈ کا خاندانی مقبرہ ہے۔

**کٹرہ مالسلامی کی چوکی ایک قدیم مسجد :** کٹرہ مالسلامی کی چوکی کے پچھم سڑک کے دکھن جانب ایک قدیم مسجد ہے جو اپنی ساخت کے لحاظ سے اخیر دور مغلیہ کی بنی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ فی الحال ویران ہو رہی ہے تاہم اس کے تینوں گنبد نہایت مستحکم ہیں۔

**مالسلامی کی چوکی کے قریب ایک مندر :** مالسلامی کی چوکی کے پاس ہی پورب جانب ہندوؤں کا ایک مندر ہے جو نہایت مستحکم اور خوش قطع ہے۔

**باغ جعفر خاں :** اس صوبہ کی تاریخ میں باغ جعفر خاں کا ذکر کئی جگہ آیا ہے، لیکن یہ صحیح معلوم نہیں کہ یہ جگہ آصف خاں جعفر صوبہ دار بہار ۱۶۰۸-۱۶۱۱ء کے نام سے مشہور ہے۔ یا نواب مرشد قلی خاں عرف جعفر خاں صوبہ دار بنگالہ و بہار (جو شہزادہ عظیم الشان کے زمانہ میں بھی دیوان تھے) ۱۷۰۴-۲۴ء کے نام سے موسوم ہے، بہر حال سیر المتاخرین کے مطابق اول اول ۱۱۵۹ھ / ۱۷۴۵ء میں مصطفیٰ خاں نے علی وردی خاں سے باغی ہو کر عظیم آباد پٹنہ پر چڑھائی کی تو اسی جگہ قیام کر کے فوج آراستہ کی، پھر ۱۷۴۸ء میں شمشیر خاں نے یہیں قیام کیا اور نواب زین الدین احمد خاں ہیبت جنگ صوبہ دار بہار کو قتل کر کے عظیم آباد پر چند روزہ قبضہ کیا۔ نواب سراج الدولہ نے بھی اپنے نانا علی وردی خاں سے باغی ہو کر ۱۷۵۰ء میں باغ جعفر خاں میں قیام کر کے قلعہ عظیم آباد پر قبضہ کرنے کا تہیہ کیا ۱۷۶۴ء میں میر قاسم، شجاع الدولہ (والی اودھ) اور شاہ عالم بادشاہ کی متحدہ فوج نے جو انگریزوں اور راجہ رام نرائن سے جنگ کرنے کو ترتیب دی گئی تھی، اسی جگہ پڑاؤ ڈالا تھا۔ بعض لوگ غلطی سے اس کو میر جعفر نواب ناظم بنگالہ کی یادگار سمجھتے ہیں، حالانکہ تاریخوں میں ان کے زمانہ سے بہت پہلے باغ جعفر خاں کا نام مذکور ہے۔ بہر کیف سابق میں یہاں نہایت عمدہ عمارتیں اور باغ تھے۔ لیکن اب جو کچھ باقی ہے وہ ایک بڑا پختہ کنواں اور سڑک کے رُخ پر دیوار کا پشتارہ ہے۔ اصل باغ کی زمین مختلف زمینداروں کے دخل میں آگئی ہے، اور بعضوں نے اس کا نام تک بدل دیا ہے۔ ؎

مرا نشاں زمانہ مٹائے دیتا ہے   جہاں میں دیکھیے رہتا ہے نام بھی کہ نہیں

یہ جگہ مالسلامی کی چوکی سے کچھ آگے پورب جانب ہے اور سڑک اسی جگہ سے دکھن طرف ہو کر پھر سیدھی پورب کو جاتی ہے۔

محلہ قدم رسول **قدم رسول کی مسجد :** مالسلامی کٹرہ کی چوکی سے تقریباً ایک میل پر

دریا کے کنارے ایک قدیم مسجد ہے جو غالباً فرخ سیر کے زمانہ کی بنی ہوئی ہے۔ یہاں ایک پتھر پر پاؤں کا نشان بنا ہوا ہے لوگ اس کو قدم رسول کہکر زیارت کرتے ہیں، نواب ہیبت جنگ کے زمانہ میں اس کے مجاور شاہ بندگی پٹھانوں کی شورش میں ہیبت جنگ کے ساتھ قتل ہوئے تھے جو سیر المتاخرین میں بھی مذکور ہے

محلہ دیدار گنج **محمد علی خاں کی قبر ۱۱۷۸ھ:** کنگن کے مقبرہ سے تقریباً ڈیڑھ میل پورب سڑک سے اتر میدان میں چند پختہ قبریں ہیں ان میں سے ایک قبر پر سنگ موسیٰ کی لوح لگی ہوئی ہے جس پر یہ عبارت ہے:

"ھو القیوم ۔ الصانع دایم البقا لایموت ابداً ۔

روح محمد علی خاں وحید زماں — شد چو بوصل خدا جانب جنت رواں

خامۂ تقدیر کرد سال وفاتش رقم — حاجی محمد علی خاں بدار جناں ۱۱۷۸ھ

اس قبر کے سامنے سڑک سے دکھن نور الدین شاہ مجذوب کا تکیہ ہے۔ اور اس کے قریب ہی سات محرابوں کا ریلوے پل ہے۔

**نوری چور کا مقبرہ:** کنگن کے مقبرہ سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر سڑک کے دکھن جانب ایک گنبد کے اندر پختہ قبر ہے، جو نوری چور کے مقبرہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ بھی کسی دولتمند کا مقبرہ ہوگا جو کسی سبب سے نوری چور کے نام سے مشہور ہوگیا۔

بظاہر تین سو برس سے ادھر کا نہیں معلوم ہوتا۔ آس پاس اور بھی پختہ قبریں ہیں۔

**ببواجی کی باؤلی اور رسبل پور کا حال:** نوری چور کے مقبرہ سے تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر پورب اور سڑک سے دکھن جانب چہار دیواری کے اندر ایک باؤلی ہے۔ اس کے اندر جانے کی سیڑھی اور دروازہ ٹوٹ گیا ہے۔ نیچے دو منزلہ کمرے اور برآمدے بنے ہوئے ہیں۔ جس کی دیواریں پتھر کی ہیں لیکن کمرے دکھن جانب تھے جن کی چھت گر گئی ہے۔ فی الحال بنواری راجہ نامی کی ہوکی ملک کہی جاتی ہے جو کھوری گلی میں رہتی ہیں۔ باؤلی کے باہر پورب جانب پتھر پر بھول بھلیاں کا نقشہ کھدا ہوا ہے۔ ادھر اُدھر اور بھی باغ کی روش کے بہترے ترشے ہوئے پتھر پڑے ہوئے ہیں اور سامنے اتر ایک چھوٹا سا بنگلہ بھی بنا ہوا ہے۔ جس میں پتھر کے پائے لگے ہوئے ہیں

باؤلی درأصل لفظ باہولی یا باؤلی تھا باہلہ اس چشمہ کو کہتے ہیں، جو فوارہ کی طرح زمین سے اچھل

کر نکلتا ہے۔ دہلی والے باؤلی کو بائین بھی کہتے ہیں۔ بابر شاہ نے اپنی یادداشت میں لکھا ہے کہ: "در ہندوستان چاہ کلانی زینہ دار را وائیں می گویند"

بواجی کی باؤلی کے سامنے اتر گنگا کے کنارے سبل پور کی بستی ہے۔ یہاں مسلمانوں کے مکان اور لب دریا ایک پشتہ ہے جو فی الحال کسی قدر بے مرمت ہو رہا ہے۔ اس سے اتر پچھم ایک قدیم گورستان بھی تھا جس کا کچھ حصہ دریا برد ہو گیا۔ سیر المتاخرین میں مذکور ہے کہ یہیں حاجی احمد پدر نواب ہیبت جنگ کی بھی قبر ہے۔

موضع جیٹھلی اور کچی درگاہ **مخدوم شہاب الدین پیر جگجوت کا مزار:** موضع سبل پور سے ایک میل آگے پورب دریا کے کنارے خام چبوترہ پر ایک خام قبر ہے اور اس کے متصل اور بھی خام قبریں ہیں۔ بڑی قبر مخدوم قاضی شہاب الدین پیر جگجوت کی ہے اور اسی سبب سے یہ جگہ کچی درگاہ کہلاتی ہے۔ یہ بزرگ مخدوم شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری کے نانا تھے۔ اس صوبہ کے اکثر شریف خاندانوں کو کسی نہ کسی واسطہ سے ان سے تعلق ہے ——— ان کا زمانہ ساتویں صدی ہجری میں ثابت ہوتا ہے۔ ۲۱ ذیقعدہ کو یہاں ہر سال عرس و میلا ہوتا ہے۔

**شاہ آدم صوفی (پکی درگاہ):** پیر جگجوت کے مزار سے پاؤ میل کے فاصلہ پر دکھن جانب دریا کے قریب ہی ایک پختہ چہار دیواری کے اندر متعدد قبریں ہیں، ان میں اتر جانب بڑی قبر جو پختہ ہے مخدوم آدم صوفی کی ہے جن کا انتقال ۷۹۰ھ میں ہوا۔ یہ جگہ پکی درگاہ کہی جاتی ہے۔ کسی قبر پر کتبہ نہیں ہے۔

**اللہ جلائی کی قبر، ۱۳۳۷ھ:** پکی درگاہ کی چہار دیواری کے پچھم کے قریب ہی میں باہر ایک قبر پر یہ کتبہ لگا ہوا ہے۔ شاید یہ پہلا کتبہ ہے جو اس گورستان میں لگایا گیا۔ کتبہ کی عبارت سے قبر کے حالات ظاہر ہیں:

یا اللہ

| | |
|---|---|
| عجب یہ واقعہ ہے دردناک اللہ جلائی کا | بغور اس کو جو دیکھو سب کرشمے تھے محبت کر |
| الہ آباد سے آکر عظیم آباد میں رہتا | وہ تعریف اس کی گائیکی وہ چرچے اس کی صورت کا |
| جوانی کا زمانہ جوش پر حسن شباب اس کا | زبان خلق پر قصے وہ اس کی آدمیت کے |
| ادا و ناز کے ساتھ اس کا ہر دم مسکرا اٹھنا | کرشمے اس کے سارے دلپسند انداز آفت کے |
| لکھوں یہ داستاں کب تک زباں یاری نہیں دیتی | علاوہ اسکے اور اسباب بھی تھے اسکی شہرت کے |

بہت کچھ اس نے حاصل کر لیا تھا اپنے پیشے میں — بہت کچھ تھے ابھی ساماں باقی کسب دولت کے
کچھ ایسا عارضہ کلکتہ جا کر ساتھ لے آئی — یہاں پہونچی تو تھے معدوم سب آثار صحت کے
مہینہ تھا رجب کا گیارہویں تھی جمعہ کا دن تھا — کہ آپہونچی اجل ظاہر ہوئے آثار رحلت کے
دغا کی عمر نے چوبیسویں سال اس پری وش سے — یہ مرنے کا زمانہ تھا کہ دن تھے عیش و عشرت کے
وہ پھول اس باغ میں کھلتا ہوا مرجھا گیا ایسا — جو دیکھا کچھ نہ تھا باقی بجز اندوہ و حسرت کے
نکوکاروں کو کیا سارے گنہگاروں کو بھی یارب — بھروسہ ہے ترا قرباں تیری شان رحمت کے
سرِ دل سے دعا مانگی کہی تاریخ یوں میں نے — جگہ دلوا دے یارب اسکو اک گوشے میں جنت کے ۱۳۲۷ھ

**موضع جیٹھلی کی مسجد۔ ۱۳۱۰ھ:** پکی درگاہ سے چند سو قدم کے اندر ہی سڑک کے پورب جانب آبادی میں ایک مسجد ہے۔ اس کے بیچ کے در کے اوپر پتھر کی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں:

۷۸۶

ہمت اہل مسکن جب ہوئی — دوسروں کو بھی ہوا اس کا خیال
بدھ کا دن تھا عین روز بقر عید — بعد تیرہ سو کے نو ہجری تھا سال
اہتمام شیخ اسد اللہ سے — پڑ گئی اسکی بنا بے قیل و قال
سن لکھو منشی شفاعت نے کہا — مسجد اطہر بنی جب خوش جمال

میں نے یہ مصرعہ لکھا عبد الغفور
ہے یہ بیت اللہ اقصیٰ کے مثال ۱۳۱۰ھ

کتبہ محمد ابو الحسن

**پٹنہ میں شعرا کے مزارات :** (۱) حضرت شاہ رکن الدین عشق : حضرت عشق کا مزار محلہ تکیہ (بخشی گھاٹ اور مستن گھاٹ کے درمیان) گنگا کے کنارے اور خانقاہ حضرت عشق کے اتر مسجد کے قریب واقع ہے۔ پختہ قبر ایک کمرے کے اندر ہے۔ خانقاہ میں ہر سال حضرت عشق کا عرس ہوا کرتا ہے اور ان کا مزار اب تک زیارت گاہ خلائق ہے کتبہ موجود نہیں۔

(۲) غلام علی راسخ : محلہ کنگھیا ٹولہ کی مشرقی سرحد پر مسٹر محمد رضا (بیرسٹرایٹ لا) کے مکان کے متصل ایک گلی صدر راستے سے دکھن کو جاتی ہے۔ اس میں کوئی سو قدم جاکر پچھم جانب ایک چبوترہ پر ایک قبر بنی ہوئی ہے جو راسخ کی قبر کہی جاتی ہے۔ مزار پر کوئی لوح نہیں لیکن روایات کے تواتر کی بنا پر یقین ہے کہ یہ قبر راسخ ہی کی ہے۔

(۳) شاہ محمد یحییٰ ابوالعلائی یحییٰ عظیم آبادی : شاہ محمد یحییٰ کا مزار محلہ شاہ کی املی میں مرحوم کے سکونتی مکان اور خانقاہ کے باہر پورب جانب واقع تھا۔ راقم الحروف کو شاہ صاحب کے ورثا سے ربط تھا اور اس مکان میں بہ کثرت جانے کا اتفاق ہوا ہے۔

(۴) شمس العلما مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی : مولانا محمد سعید کا مزار محلہ مغل پورہ میں ان کے بنوائے ہوئے مدرسہ کے کھنڈر سے پورب جانب خاندانی گورستان میں واقع ہے، قبر پختہ ہے اور اس کے قریب دو قبروں پر کتبے بھی موجود ہیں لیکن ان کی قبر پر کوئی لوح نہیں۔

(۵) خواجہ فخرالدین حسین سخن : سخن کا مزار حضرت عشق کے مزار سے پورب ساحل کے قریب پختہ بنا ہوا ہے۔ سیلاب سے اس کا کچھ حصہ منہدم ہو گیا ہے۔ اتر پورب کونے پر آخری پختہ قبر یہی ہے۔ اس لیے شناخت میں دشواری نہیں۔

(۶) شاد عظیم آبادی : شاد مرحوم کا پختہ مزار محلہ حاجی گنج میں ان کے سکونتی مکان موسوم بہ شاد منزل کے صحن میں واقع ہے۔ ان کے بھانجے خیال مرحوم کی قبر اس کے پاس ہی ہے۔

(۷) باقر عظیم آبادی : میر محمد باقر، باقر عظیم آبادی شاعری میں وحید الہ آبادی کے شاگرد تھے اور ان کا دیوان اور مثنوی کیمیائے دل طبع ہو چکی ہے۔ مرزا داغ پٹنہ آئے تھے تو انھیں کے یہاں مقیم ہوئے تھے، جس کا حال فریاد داغ میں ہے۔ باقر مرحوم کو خوش نویسی میں بھی شہرت حاصل تھی اور پٹنہ کے بیشتر خوش نویس جوان کے زمانے میں تھے ان کے شاگرد تھے۔ ان کی قبر محلہ گورہٹہ میں ان کے سکونتی مکان سے پچھم گلی کے موڑ کے پاس ہے۔ اس کے آس پاس ان کے قرابت مندوں کی قبریں ہیں۔ ان کی وفات ۱۹۲۹ء میں ہوئی ہے۔

۲۰ مئی ۱۹۵۱ء

# اشاریہ

**خانقاہیں**:۔ بڑی درگاہ، ۱۴ • چھوٹی درگاہ، ۱۵ • خانقاہ شاہ محمد اکبر ابوالعلائی، ۳۰ • درگاہ شاہ ارزاں، ۲۲ • پکی درگاہ، ۱۰۷ • میتن گھاٹ، ۴۱

**مساجد**:۔ آمنے سامنے والی مسجد، ۹۶ • اثنا عشریہ کی مسجد، ۳۶ • احمد عربی کی مسجد، ۶۵ • اصالت خاں کی مسجد، ۲۲ • افضل راج کی مسجد، ۹۲ • مولوی اکرام الحق کی مسجد، ۵۲ • امین الدولہ عزیز الملک علی ابراہیم خاں بہادر نصیر جنگ کی مسجد، ۳۹ • اورنگ زیب یا روضہ کی مسجد، ۵۹ • ایک گنبد کی مسجد، ۸۷ • ایک اور مسجد، ۲۷ • ایک مسجد کا کتبہ جنرل اسپتال میں، ۴۵ • بارہ سو پراسی جو کی مسجد، ۳۳ • باڑے کی مسجد، ۱۰۲ • باقر گنج کی مسجد، ۲۱ • بام کی مسجد، ۶۸ • باؤلی محل کی مسجد، ۴۴ • بڑی درگاہ کی مسجد، ۱۵ • بزرگ امید کی مسجد، ۱۰۳ • بلاقی کی مسجد، ۶۸ • بی بی گنج کی مسجد، ۲۰ • بیگو حجام کی مسجد، ۵۷ • پتھر کی مسجد، ۳۴ • پیر بخش کی مسجد، ۳۷ • پیر ڈمریا کی مسجد، ۹۹ • تاجو کی مسجد، ۳۳ • تبارک علی کی مسجد، ۲۰ • تیغ علی کی مسجد، ۳۶ • جیٹھلی کی مسجد، ۱۰۸ • چوک کی مسجد، ۶۱ • چھوٹی درگاہ کی مسجد، ۱۶ • حاجی آتار کی مسجد، ۸۲ • حاجی تقی کی مسجد، ۴۱ • حاجی چاند کی مسجد، ۳۵ • حاجی علی بخش کی مسجد، ۹۴ • حسینی بیگم کی مسجد، ۸۶ • خواجہ عنبر کی مسجد، ۶۲ • خواجہ کی مسجد، ۵۶ • درگاہ کی مسجد، ۲۴ • ڈنکے کی املی کی مسجد، ۲۶ • ڈھائی کنگرہ کی مسجد، ۸۷ • روضہ کی مسجد، ۵۹ • سات سو اٹھانوے کی مسجد، ۱۳ • سرائے کی مسجد، ۹۶ • شکارپور چوک کی مسجد، ۸۱ • شکارپور چوک کی دوسری مسجد، ۸۱ • شیخ بہاری کی مسجد، ۶۶ • شیخ رضا کی مسجد، ۴۴ • شیرپور کی مسجد، ۱۹ • شیر شاہی مسجد، ۸۴ • شیش محل کی مسجد، ۳۹ • صادق خاں کی مسجد، ۵۵ • عالی نسا بیگم کی مسجد، ۱۰۲ • عبدالرحمٰن سجاد کی مسجد، ۹۶ • علی ابراہیم خاں بہادر کی مسجد، ۳۵ • غلام حسین شاہ کی مسجد، ۱۰۳ • غلام یحییٰ حضور کی مسجد، ۶ • فخر الدولہ کی مسجد، ۶۰ • فرحت حسین کی مسجد، ۹۲ • فضل علی کی مسجد، ۷۶ • قادر بخش کی مسجد، ۷ • قدم رسولؐ کی مسجد، ۱۰۵ • قدیم مسجد، ۱۰۵ • قلعہ کے باہر کی مسجد، ۶۳ • کاظم علی کی مسجد، ۸۲ • کڑک شاہ کی مسجد، ۹۶ • کلثوم النسا کی مسجد، ۹۵ • کمرخی مسجد، ۸۳ • کمک شاہ کی مسجد، ۹۵ • کیندان کی مسجد، ۹۰ • کوچہ کمنگر کی مسجد، ۵۵ • کھگول کی مسجد، ۲۰ • گدام کی مسجد، ۶۱ • گلشن حیدری کی مسجد،

• گرہٹہ کی بڑی مسجد، ۴۸ • گرہٹہ کی چھوٹی مسجد، ۴۹ • گولک پور کی مسجد، ۳۳ • گیارہ سو تین ہجری کی مسجد، ۱۸
• لان کی مسجد، ۳۰ • لودی کٹرہ میں ایک مسجد، ۸۷ • لودی کٹرہ میں دوسری مسجد، ۸۷ • ماں بی بی کی مسجد، ۳۰ •
محمد جان کی مسجد، ۵۴ • مخدوم منی بی کی مسجد، ۳۹ • مدار و مہترانی کی مسجد، ۲۷ • مدرسہ کی مسجد، ۶۲ • مدرسہ
شمس الہدیٰ کی مسجد، ۳۲ • مراد پور کی مسجد، ۳۱ • مراد النساء کی مسجد، ۷۷ • منظر حسین کی مسجد، ۶۷ • معصوم
مرزا کی مسجد، ۴۳ • منظور علی خاں کی یا کرخی مسجد، ۸۳ • مومن ڈفالی کی مسجد، ۳۴ • منیر کی مسجد، ۱۷ • میتن گھاٹ
کی مسجد، ۴۱ • میر اشرف کی مسجد، ۹۰ • نصیر جنگ کی مسجد، ۳۹ • نورن کی مسجد، ۲۱ • نون گولہ محلہ کی مسجد، ۱۰۰۔
قبریں:- آدم شاہ صوفی کی قبر، ۱۰۷ • احمد حسین کی قبر، ۸۰ • آرزاں شاہ کا مزار، ۲۲ • ارشاد علی عرف چھٹن کی قبر، ۵۳
• اشرف علی خاں فغاں، ظریف الملک کی قبر، ۸۵ • اشرف النساء بیگم کی قبر، ۵۱ • اصغری فاطمہ کی قبر، ۶۴ • افضل حسین کی
قبر، ۹۴ • اقبال علی رضوی (شاہ جمال) کی قبر، ۸۶ • اللہ جلائی کی قبر، ۱۰۷ • امام باڑہ (گلشن حیدری) میں قبر، ۷۰ • انگریز
کی قبر، ۳۵ • انوار النساء بیگم کی قبر، ۵۲ • ایک قبر، ۳۴ • ایک قبر کا کتبہ، ۹۰ • ایک لڑکے کی قبر، ۹۸ • باقر عظیم آبادی کی قبر،
بدر النساء بیگم کی قبر، ۵۱ • برنر کی قبر، ۹۸ • بسنت شاہ کا مزار، ۲۳ • بشارت حسین کی قبر، ۴۷ • بنڈکٹس کی قبر، ۵۰ • پیار النساء
کی قبر، ۹۷ • تصدق حسین خاں کی قبر، ۵۲ • تکیہ شاہ کی قبر، ۳۸ • تنگر قلی خاں کی قبر، ۱۳ • تمنا سلامی میں ایک قبر کا کتبہ، ۹۷ • جعفر قلی
خاں کی قبر، ۵۱ • جعفری کی قبر، ۳۸ • حاجی تعق کا مقبرہ، ۴۱ • حاجی عباس کی قبر، ۶۷ • حسن علی کا مزار، ۵۶ • حسینی بیگم کی
قبر، ۳۸ • حمزہ علی کا تکیہ اور مزار، ۲۸ • خواجہ عطاء اللہ کی قبر، ۶۶ • خواجہ فخر الدین حسین سخن کی قبر، ۱۰۹ • خواجہ کلاں کا مقبرہ، ۵۶ •
دولت شاہ کی وفات کا کتبہ، ۱۷ • ڈمریا شاہ کی قبر، ۱۰۰ • رحیم النساء کی قبر، ۶۴ • رستم علی کی قبر، ۲۶ • سجاول شاہ کا مزار، ۲۳ • سعادت خاں کا مقبرہ
۸۸ • شاد عظیم آبادی کی قبر، ۱۰۹ • شاہ رکن الدین عشق کی قبر، ۱۰۹ • شاہ محمد یحییٰ ابو العلائی کی قبر، ۱۰۹ • شاہ کی املی، محلہ میں ایک مقبرہ،
۷۵ • شہاب الدین پیر جگجوت کا مزار، ۱۰۷ • شہباز شاہ کا مزار، ۲۳ • شیش محل کی دوسری قبر، ۴۰ • صغریٰ بیگم کی قبر، ۶۴
• صلابت خاں کی قبر، ۲۵ • طہارت حسن کی قبر، ۵۶ • عباد اللہ شاہ کا مزار، ۲۴ • علی عظیم کی قبر، ۶۹ • علیم اللہ کی قبر، ۱۰۰ •
عنایت حسین ذکر امام کی قبر، ۸۵ • غلام علی کا مزار، ۲۵ • غلام علی راسخ کی قبر، ۱۰۹ • غلام یحییٰ حضور کی قبر، ۷۷ • فاطمہ کی قبر، ۹۱
• فیض نساء بیگم کی قبر، ۸۰ • قاسم علی کا مقبرہ، ۱۰۰ • قطب الدین کی قبر، ۶۹ • کاظم علی کی قبر کا کتبہ، ۸۳ • کالے شاہ کا مقبرہ،
۳۰ • کرامت حسین کی قبر، ۶۵ • کریم بخش کا مزار، ۲۴ • کریم اللہ کا مزار، ۲۳ • کڑک شاہ کی قبر، ۹۶ • کلثوم بیگم کی قبر، ۴۷ •
کنگن کا مقبرہ، ۱۰۴ • گھسو بی بی کی قبر، ۷۰ • لطیفا بی بی کی قبر کا کتبہ، ۳۶ • للہی شاہ کا مقبرہ، ۱۰۰ • ماں بی بی کی قبر، ۳۰ • محمد
بدقن کی قبر، ۶۶ • محمد حسن (مؤلف سیر المتاخرین) کی قبر، ۱۰۱ • محمد سعید حسرت عظیم آبادی کی قبر، ۱۰۹ • محمد علی خاں کی قبر، ۱۰۲ • محمد علی فخر کی قبر، ۴۷

• محمد کریم شاہ کی قبر، ۴۱ • محمد مراد شہید کی قبر کا کتبہ، ۸۴ • مخدوم دولت کا مقبرہ، ۱۵ • مداد بخش بی بی کی قبر، ۳۷ • مرزا عزیز کی قبر، ۸۵ • مرزا علی کی قبر، ۴۳ • مرزا معشوق علی کی قبر، ۴۰ • مس سولی کی قبر، ۵۰ • معروف شاہ کی قبر، ۶۳ • مقبرہ کی تعمیر کا کتبہ، ۱۷ • منجھلی بیگم کی قبر، ۹۹ • منصور شاہ کی قبر، ۹۲ • منعم شاہ کا مزار، ۴۱ • منیر الدولہ کی قبر، ۴۵ • منیر کی قبر، ۵۱ • مہدادواں میں ایک قبر کا کتبہ، ۱۸ • مہدی علی عرف بنن کی قبر، ۵۳ • میاں خاں کی قبر، ۶۸ • میجر ناکس کی قبر، ۲۹ • میر ابراہیم کی قبر، ۴۰ • میر اشرف کی قبر، ۹۲ • میر افضل کا مقبرہ، ۹۱ • میری رونا مام کی قبر، ۵۰ • نامعلوم کتبہ، ۲۶ • نامعلوم شخص کی قبر، ۲۶ • نامعلوم قبر اور گنبد، ۲۷ • نجف علی کی قبر، ۲۰ • نصیبن کی قبر، ۸۶ • نظام الدین کی قبر، ۶۹ • نور علی کی قبر، ۶ • نور علی کی قبر، ۶۶ • نوری چور کا مقبرہ، ۱۰۶ • نون گولہ کی بعض قبریں، ۱۰۰ • نہال حسین کی قبر، ۱۰۳ • وارث علی شاہ کی قبر، ۵ • ہیبت جنگ کا مقبرہ، ۹۳ • یوسف علی خاں کی قبر، ۴۳۔

<u>مقامات</u>:۔ امام باڑہ میر فرزند علی، ۱۰۴ • باڑہ محلہ، ۱۰۲ • باغ جعفر خاں، ۱۰۵ • باغ میر گلابی، محلہ، ۵۰ • بواجی کی باؤلی، ۱۰۶ • بھکنا پہاڑی، ۲۲ • بیگم پور محلہ، ۹۳ • پادری کی حویلی، ۴۹ • پٹنہ رائے کا، ۴۲ • پشتہ دلندیز کا، ۴۱ • ترپولیہ، ۲۴ • تکیہ حضرت عشق کا، ۴۱ • تکیہ شاہ باقر کا، ۲۷ • جگی چورا، ۶۸ • جھاؤ گنج محلہ، ۶۲ • جیٹھلی، ۱۰۷ • چوک محلہ، ۶۱ • حاجی گنج محلہ، ۸۱ • حویلی بیگمان، ۴۲ • دانا پور، ۹۱ • دول پورہ محلہ، ۸۴ • دوزی بازار، ۶۸ • دیدار گنج محلہ، ۱۰۶ • روڈ محلہ خواجہ کلاں، ۵۵ • روڈ منگلس ٹینک، ۹۷ • روڈ نواب لطف علی خاں، ۴۴ • روضہ محلہ ۵۹ • سبل پور، ۱۰۶ • ست گھرا محلہ، ۵۷ • سلی شہد رہ، ۱۰۳ • سونار ٹولی، ۶۸ • شاہ کی املی، ۶۸ • عیدگاہ، ۲۴ • قدم رسول محلہ، ۱۰۵ • قلعہ محلہ، ۶۳ • کنگھا ٹولہ، ۶۸ • گلشن حیدری، ۷۰ • گورستان، ۱۸ • گورستان اور مقتل انگریزوں کا، ۴۷ • گورستان نواب جعفر قلی خاں کے خاندان کا، ۵۱ • گورستان دس پٹہ کی گلی، ۶۹ • لال املی محلہ، ۹۲ • لان، ۶۱ • لودی کٹرہ، ۷۷ • مالسلامی کی چوکی، ۱۰۵ • مچھر ہٹہ، ۶۰ • مدرسہ محلہ، ۶۲ • مدرسہ سیف خاں محلہ، ۶۲ • مراد پور، ۳۱ • معروف گنج، ۶۳ • مغل پورہ، ۶۴ • منگل تالاب، ۸۰ • منیر، ۱۳ • ننمو بہیہ، ۲۵ • نوزر کٹرہ، خواجہ کلاں گھاٹ، ۲۷ • نیلی، ۲۶۔

<u>عمارتیں</u>:۔ انجنیئرنگ کالج، ۳۳ • بخشی گھاٹ اور ڈاکٹر فلرٹن کا مکان، ۴۲ • پٹنہ کالج اور یونیورسٹی کے مکانات، ۳۲ • جلوس گاہ، شاہ عالم بادشاہ، ۲۷ • خدا بخش لائبریری، ۳۱ • دار العدل حسن علی، ۵ • دولت مخدوم کا مقبرہ، ۱۶ • سٹی اسپتال، ۴۶ • سٹی اسٹیشن، ۸۴ • عدالت جعفر خاں، ۵۶ • عیدگاہ سیف خاں، ۲۸ • قلعہ عظیم آباد، ۶۳ • گذری محلہ کی عمارتیں ۴۲ • مارکیٹ، بادشاہ نواب اور بادشاہ محل، ۴۴ • نئے بسنت ملکی، ۵۳۔

<u>مندر</u>:۔ ایک مندر مالسلامی کی چوکی کے پاس، ۱۰۵

••

# Patna Ke Katbe

## (Patna Inscriptions)

by

Fasihuddin Balkhi
(d. 1962)

Khuda Bakhsh Oriental Public Library,
Patna.